"اندازِ بیاں اور"

راجہ مہدی علی خاں

نام کتاب .... اندازِ بیاں اور
نام مصنف .... راجہ مہدی علی خاں
تعداد ۵۰۰
مطبوعہ .... یونین پریس۔ دہلی
قیمت ۵/۰
ناشر .... مکتبہ اردو دہلی

مقدمہ

زندگی کی کروٹوں سے تحصیلِ مسرت کا رجحان، حیرت، استعجاب اور تجسس کے شدید جذبے کے تابع ہے اور یہ جذبہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ناظر زندگی کے مختلف پہلوؤں کا ایک نئے زاویۂ نگاہ سے مطالعہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بچے کے لئے تحصیلِ مسرت کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں، وہ زندگی کے مختلف مظاہر کو جب پہلی بار دیکھتا ہے تو اسے حیرت آمیز مسرت حاصل ہوتی ہے، جو زندگی کا متاعِ گراں بہا ہے۔

راجہ مہدی علی خاں کی نظمیں تحصیلِ مسرت کی جو ایک عمدہ مثال پیش کرتی ہیں اس میں زندگی اور اس کی کروٹوں کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی وہ روش ہی نہیں ملتی جو بچپن کا طرۂ امتیاز ہے بلکہ زندگی سے مسرت اخذ کرنے کا وہ رجحان بھی ملتا ہے جو بچے سے مخصوص ہے۔ جہاں تک زندگی کے عام مظاہر کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کا سوال ہے راجہ صاحب کے ہاں اس رجحان کے نقوش بہت روشن ہیں، اول تو یہی دیکھئے کہ نظم میں ان کا میدان سنجیدہ شعری تخلیق کی بجائے مزاحیہ تخلیق ہے اور مزاح کی نوتازگی اور نئے پن کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ بے شک ایک سنجیدہ شعری تخلیق کی عظمت اس بات میں ہے کہ یہ گزرگاہِ خاص و عام سے ہٹ کر ایک نئی راہ تراشتی ہے تاہم اگر یہ نئی راہ نہ تراشے تو بھی کم سے کم گوارا اور قابلِ برداشت ضرور ثابت ہوتی ہے لیکن مزاح کی دنیا کا انداز قطعاً نرالا ہے، مزاحیہ تخلیق اگر ہنسی کو بیدار نہیں کرتی تو ناکام ہو جاتی ہے اور ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں ہو سکتی چنانچہ مزاحیہ تخلیق کی صرف دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ کامیاب یا ناکامیاب۔ کسی درمیانی منزل کا تصور ناممکن ہے۔ ایک لطیفے کا تجزیہ کریں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کی تمام تر کامیابی اس کے اچانک پن میں ہے

اس لئے جب ایک بار لطیفہ سن لیا جائے تو دوسری بار سننے پر اس کا اثر باقی نہیں رہتا، نیز لطیفہ اگر کسی ناہمواری کا احساس نہیں دلاتا تو ناکامیاب ہو جاتا ہے، راجہ مہدی علی خاں نے اپنی نظموں میں مزاح کی تخلیق کی ہے اور انہیں اس خاص میدان میں جو کامیابی نصیب ہوئی ہے اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ راجہ صاحب نے زندگی کے عام مظاہر کے چھپے ہوئے پہلوؤں پر روشنی کا ایک نیا پرتو ڈالا ہے، دوسرے لفظوں میں انہوں نے ایک ایسے نئے مقام سے گرد و پیش پر نظر دوڑائی ہے کہ شے، کردار یا واقعہ کے مضحک پہلو سب سے پہلے ان کی نگاہ کا مرکز بنتے ہیں اور پھر جب وہ ان مضحک پہلوؤں کو ناظر کے سامنے پیش کرتے ہیں تو گویا مسرت کی تخلیق کرتے ہیں اور ناظر ان کا ہم نوا بن کر ان مضحک پہلوؤں سے محظوظ ہوتا چلا جاتا ہے یوں اس مسرت کا بچپن کے ساتھ ایک گہرا تعلق بھی ہے، بچہ دو طرح کی مسرت تک رسائی پاتا ہے، ایک تو اس مسرت تک جو حیرت و استعجاب کے باعث وجود میں آتی ہے۔ مثلاً جب وہ ایک خوبصورت پھول، جانور یا پتلے کو حیرت سے دیکھتا ہے تو فرطِ مسرت سے ناچ اٹھتا ہے، دوسری طرف بچے کی مسرت زندگی کے مضحک پہلوؤں سے تحریک پاتی ہے۔ مثلاً جب وہ کسی شے کو ٹوٹتے، بگڑتے یا بدشکل ہوتے دیکھتا ہے تو بے اختیار ہنسنے لگتا ہے، راجہ مہدی علی خاں نے اپنی نظموں میں زندگی کے عام مظاہر کے مضحک پہلوؤں کو پیش کر کے مؤخر الذکر مسرت کے حصول کے مواقع بہم پہنچائے ہیں اور اگرچہ ناظر کا ذوقِ مزاح بلند تر حیثیت رکھتا ہے تاہم ناظر کی ہنسی ناہمواریوں کے وجود ہی سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ ناہمواریاں بچپن سے متعلق بگڑی ہوئی یا بدشکل صورتوں ہی کا ارتقائی روپ ہیں۔

(ڈاکٹر) وزیر آغا

میری نظموں کا دوست

(۱)

میں نے اپنے حافظے پر بہت زور دیا ہے، بہت دور دور تک نظریں دوڑادی ہیں تعجب ہے کہ اس وسیع و عریض دنیا میں اپنا کوئی دوست کوئی ہم خیال، کوئی خیرخواہ نظر نہیں آیا، کوئی کتا، بلی تک مجھ سے ملتفت نہیں ہوا پنا بخدا

لیکن میری نظموں کا کم از کم ایک دوست اس دنیا میں ضرور ہے شاید اسی وجہ سے مجھے اپنی نظموں سے جلن سی ہو گئی ہے، یہ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اور میری دوسری آنکھ شاید ہے ہی نہیں۔ البتہ اپنی تیسری آنکھ سے میں نے اس دنیا پر چند اچٹتی ہوئی نگاہیں ضرور ڈالی ہیں اور بقدر ظرف جو کچھ دیکھ سکا یا محسوس کر سکا، اسے اکثر قافیے اور ردیف کے ساتھ اور کبھی کبھی اس کے بغیر بھی لکھ دیئے۔

میں اپنی نظموں کے دوست سے کبھی نہیں ملا، وہ یہاں سے بہت دور سرحد پار رہتا ہے، اپنی نظموں کے علاوہ میں اس سے بھی جلتا ہوں شاید اس لئے کہ وہ بھی ایک شاعر ہے، صرف شاعر ہونا کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی، لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ مجھ سے بہتر شاعر ہے، بات برداشت کرنے کی نہیں ہے

تاہم بادلِ ناخواستہ میں شاید اسے بھی رو دھو کر برداشت کر لیتا، لیکن جب اس کے خطوں سے یہ حقیقت کسی عدالت عالیہ کے منصفانہ فیصلے کی طرح مجھ پر ثابت ہو گئی کہ وہ مجھ سے بہتر انسان بھی ہے تو معاملہ حدِ ضبط سے باہر ہو گیا۔ اپنی "نظموں کے دوست" کا یہ قصور میں کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اس کے کیرکٹر کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اتنی بات لکھ دینا کافی ہو گی کہ وہ کسی بری چیز کو "برا" کہنے کی بجائے "کم اچھا" کہتا ہے۔ ظالم!

کہتے ہوئے جی جلتا ہے لیکن حقیقت ہے کہ "میری نظموں کا دوست" ایک عظیم الشان نقاد ہے، ایک اعلیٰ پائے کا ادیب ہے اور شاعر ایسا کہ دیکھ کر رشک ہو، پڑھ کر جی جلے۔ شاعری کے ساتھ مصوری بھی کرتا ہے تاکہ آرٹ کی اس صنف میں بھی کسی دوسرے کے لئے جگہ نہ رہے۔ مصور تو سات جانے پہچانے رنگوں کی آمیزش سے تصویریں بناتے ہیں، یہ ان گنت رنگوں کی آمیزش سے اپنی نظموں کے پس منظر اور کبھی کبھی لفظ لفظ کے پیچھے زنگار رنگ تصویریں بنا دیتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں کہ وہ ان تصویروں کو دیکھیں یا ان نظموں کو پڑھیں۔ اس طرح وہ اپنے شیدائیوں کے لئے مصیبت بنا ہوا ہے اور اب تو اس ظالم نے افسانے بھی لکھنے شروع کر دیئے ہیں، اور افسانے بھی ایسے کہ مجھ جیسا آدمی پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ سے

"وہ فتنے" آدمی کی "خانہ ویرانی" کو کیا کم تھے؟

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں اپنی نظموں کے دوست سے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی۔ البتہ ان خطوں میں وہ اکثر مجھے دکھائی دیا ہے جو میرے خطوں

کے جواب میں مجھے اکثر اس کی طرف سے موصول ہوتے رہتے ہیں، انہی خطوں میں ملتے اسے پڑھا بھی ہے ممکن ہے وہ آپ کو ایسا دکھائی نہ دے جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے یا پایا ہے، لیکن آپ تو اسے دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے تیسری آنکھ سے آپ نے اسے نہیں دیکھا ہوگا۔

اس کی شاعری دنیا میں میری اکثر اس سے ملاقات ہوئی ہے۔ اپنی دنیا کے تصور میں بھی میں نے بارہا اسے دیکھا ہے۔ چاندنی راتوں میں پُراسرار دشت پیمائی کرتے، گرجتے بادلوں کے نیچے بڑبڑاتے، جنگل میں بوڑھے درختوں سے دوستی کرتے [illegible] میں آدھی رات کو ہواؤں میں اپنے خیالات کے دیئے جلاتے اداس وادیوں میں تنہائیوں سے لڑتے جھگڑتے، سربہ خم آبشاروں کو اور بھی زیادہ خاکساری کی [illegible] تلقین کرتے قوسِ قزح کے پل پر چڑھتے اور اترتے، برف کی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے "حبشی پہاڑوں" سے تبادلہ خیالات کرتے، چمنستان میں خوبصورت تتلیوں کو ٹوکتے۔

وہ ہماری دنیا سے بہت دور اپنی دنیا میں رہتا ہے۔ اسے جنگلوں اور ویرانوں سے بہت محبت ہے، وہ جنگل میں کسی ندی کے کنارے یا کسی چشمے پر یا کسی باریش بوڑھے برگد کے تلے بیٹھ کر دنیا وما فیہا کو بھول جاتا ہے۔ جنگل کے پرندے اسے بے آزار سمجھ اس کے سامنے کسی پیڑ پر آبیٹھتے ہیں، اسے حیرت سے دیکھتے ہیں، اس پر رحم کھاتے ہیں، اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، جب وہ کسی طرح ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو وہ مارے غصے کے بطور گالی کے "خاموش کہیں کا،" کہکر مسرت کی تلاش میں کہیں دور اڑ جاتے ہیں، سفید خرگوش دبے پاؤں اس کے قریب آتے ہیں، شاعری کے بارے میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، قریب آکر "فوں فوں"

گی آوازیں لگاتے ہیں، وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہتا ہے، تو وہ اس کا منہ چڑا کر ،، سرپٹ،، بھاگ جاتے ہیں، جنگل کے ہرن اپنے دوستوں کو اکٹھا کر کے پتوں اور ڈالیوں کی اوٹ لے کر اس کے قریب آجاتے ہیں اور اشارے ہی اشارے میں ایک دوسرے کو بتاتے ہیں ،، دیکھو وہ بیٹھا ہے! وہ!!،،

،، اپنی نظموں کے دوست،، سے ،، میری خط و کتابت ہمیشہ ،، کام کی باتوں تک محدود رہی ہے۔ جب کبھی میں نے اسے حدود سے باہر لانا چاہا مجھے ناکامی ہوئی۔ خطوں میں ہزاروں گرد و ڈوں باتوں کا جواب نہایت صفائی سے گول کر جانا اس کا محبوب مشغلہ ہے اس کے بارے میں اگر کوئی بات معلوم کرنی ہے تو اس سے نہیں پوچھیے۔ اس کے لئے اس کے پڑوسیوں سے خط و کتابت کرنی پڑتی ہے۔

ایک سال کے عرصے میں اس کے بارے میں مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ وہ صبح ناشتہ کرتا ہے، دوپہر کو کھانا کھاتا ہے، چار بجے چائے پیتا ہے اور رات کو کھانا کھا کر سو جاتا ہے۔ مہینے میں ایک بار ،، ایڈیٹر ،، ادبی دنیا ،، سے ملنے اپنا شہر چھوڑ کر لاہور جاتا ہے۔ ان سے کوئی بات کرتا ہے یا بغیر بات کئے واپس آجاتا ہے، یہ بات ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ اسی شام کی گاڑی سے واپس آجاتا ہے۔ گھر میں کسی سے بات نہیں کرتا۔ اپنے ساتھ ایک ملازم رکھتا ہے۔ اگر کوئی اسے سلام کہے تو نوکر اس کی طرف سے سلام کا جواب دے دیتا ہے اگر کوئی اس بات پر حیرت زدہ ہو تو نوکر اسے بتا دیتا ہے کہ ،، صاحب ذرا بات چیت کم کرتے ہیں، مجھے انہوں نے اسی کام کے لئے نوکر رکھا ہے۔

لاہور سے دور اپنے شہر کے نواح میں ،، شور و شر،، سے چھپ کر رہتا ہے۔ لیکن اینٹ پتھر کے مکانوں میں نہیں بلکہ متانت اور سنجیدگی کی اونچی اونچی دیواریں اس نے اپنے ارد گرد کھڑی کر رکھی

رہیں۔ ان پر ازلی اور ابدی خاموشی کی چھت ہے، آنگن میں بے خودی کے پھول کھلے ہیں، دیواروں پر جگہ جگہ نہ دکھائی دینے والی تصویریں آویزاں ہیں، ڈرائینگ روم میں فلسفہ اس کا فرنیچر بن گیا ہے، گھر میں اس کے چاروں طرف جگہ جگہ "طاق ہائے نسیاں" ہیں جہاں ہر وقت عجیب و غریب روشنیوں کے چراغ جلتے رہتے ہیں۔

آپ کچھ بھی کہیں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ سال میں صرف ایک آدھ مرتبہ وہ بات کرتا ہے جب خزاں آکر اس سے پوچھتی ہے "میں جاؤں" تو وہ اثبات میں سر ہلا دیتا ہے، پھر بہار اپنی بھی ادائیں سمیٹتی بڑے ادب سے اس کے پاس آکر سلام کرتی ہے اور کہتی ہے "میں آؤں" تو وہ جواب میں مسکرا کر "ہاں" کا اشارہ کر دیتا ہے، عموماً سال میں اس کی یہ پہلی یا دوسری مسکراہٹ ہوتی ہے، اس کے بعد کوہ و بیاباں، دشت و جبل اور چمن پھولوں سے بھر جاتے ہیں، کم از کم میں نے اسے یوں ہی دیکھا ہے، جس شخص سے آپ ملتے ہیں وہ اسی نام کا کوئی اور ہوگا۔

ایک مرتبہ اپنی "نظموں کے دوست" سے ملاقات کا شوق حد سے بڑھ گیا تو چونکہ میری صحت پاکستان کا لمبا سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی، میں نے خطوں میں وقتاً فوقتاً اس کا مزید تعارف کرنا چاہا، آخری خط میں مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے یہ پوچھا تھا کہ نظم نگاری اور "ادب نویسی" کے علاوہ آپ کا شریفانہ شغل کون سا ہے؟ اللہ کی قسم خط کی ان تمام باتوں کا جواب تو تھا جو میری نظموں کے بارے میں تھیں، لیکن اس سوال کا جواب بالکل غائب تھا میں یہ سمجھ کر خاموش ہو گیا کہ "میری نظموں کا دوست" شاید کوکین کی خفیہ تجارت کرتا ہوگا یا بردہ فروش ہوگا، کسی کے خفیہ راز پوچھ کر اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہیئے، یہ ہے "میری نظموں کے دوست" کی مختصر ترین کہانی۔

(۲)

آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں اپنے متعلق یا اپنی نظموں کے متعلق کچھ کم لکھ رہا ہوں

اور ,, اپنی نظموں کے دوست ،، کے متعلق زیادہ ٹھیک ہے، لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اس وقت جو آپ میری نظمیں پڑھنے والے ہیں یا پڑھ رہے ہیں، ان کا مصنف بھی ,, میری نظموں کا دوست ،، ہی ہے۔
میں نے ایک خط میں محض تفریحاً بڑی غیر سنجیدگی سے اپنی چند نظمیں مولانا صلاح الدین احمد کو بھیجی تھیں اور لکھا تھا کہ ,, پڑھ کر چاک کر دیجئے ،، لیکن میری یہ نظمیں شاید مولانا صلاح الدین نے ,, میری نظموں کے دوست ،، کو بھیج دیں اور اس کے بعد یہ سب گڑبڑ شروع ہو گئی۔

میں نے اپنے خط میں ,, اپنی نظموں کے دوست ،، کا بھی ذکر کیا تھا اور ان سے پوچھا تھا کہ ,, وہ کون ہے۔ اس کا نام بڑا دلچسپ ہے، کیا وہ کوئی ایرانی ہے ،، مجھے اس کا نام ,, بھا رہا ہے، میں اس شخص سے خط و کتابت کرنا چاہتا ہوں ،، اس زمانے میں میں اپنی نظموں کے دوست ،، سے ناواقف تھا، اور اس کی ایک بھی نظم ادب کی دنیا سے لاکھوں میل دور ہونے کی وجہ سے اب تک میری نظروں سے نہیں گذری تھی۔

ایک دن یکایک میرے نام ,, میری نظموں کے دوست ،، کا خط آ گیا، جس میں اس نے میری نظموں کی مبالغہ آمیز انداز میں بہت تعریف کی تھی، اگر مجھے اپنی نظموں کے دوست کی طرف سے مبالغہ آمیز داد نہ ملتی اور مجھ پر اور لکھنے کا زور نہ دیا جاتا تو مجھے کبھی معلوم نہ ہوتا کہ مجھے لکھنا چاہیئے۔ مطلب یہ کہ نظمیں میں نے نہیں لکھیں ,, بزور شمشیر ،، مجھ سے لکھوائی گئی ہیں، اسی لئے میں اپنے موجودہ دور کی تمام نظموں کو اسی شاعر کی تخلیق سمجھتا ہوں، البتہ یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آسکی اور صدیوں تک نہیں آئے گی کہ شائستہ اور سنجیدگی کے اس پہاڑ کو میری غیر سنجیدہ اور غیر شریفانہ نظمیں کیوں پسند ہیں۔

میری نظموں کو مجموعے کی صورت دینے کا ذمہ دار بھی ,, میری نظموں کا دوست ،، ہی ہے۔ میں نے بہت سمجھایا تھا کہ ان نظموں کو مجموعے کی صورت دے کر پبلک کی دل

آزاری نہ کی جائے، لیکن وہاں کون سنتا تھا، خطوں میں جسے چھوٹا بھائی بنایا تھا، وہ اپنی سنجیدگی اور متانت کا رعب ڈال کر "بڑا بھائی" بن چکا تھا، لاکھ سمجھایا کہ دیکھو رعب ڈال کر "بڑا بھائی" بننے کی کوشش مت کرو، لیکن اس "پٹھان" کے سامنے اس راجپوت کو ہار ماننی پڑی، راجپوتوں میں یہ بڑی کمزوری ہے کہ طاقت ور اور بہادر ہونے کے باوجود آخر میں بیچارے ہار جاتے ہیں، اب میری یہ حالت ہے کہ میں اس عالم ہوش و حواس میں صرف "دو ہستیوں" سے خائف ہوں، آسمان کے خدا سے اور زمین کے اس "پٹھان" سے۔

اگر ان نظموں کو پڑھ کر خدانخواستہ آپ مجھے داد دینا چاہیں تو اس داد کا مستحق بھی "میری نظموں کا دوست" ہے، اگر آپ مجھ پر بیداد کرنا چاہیں تو اس کی مستحق بھی یہی پراسرار ہستی ہے، اگر آپ بیکار ہیں، آپ کو اور کوئی کام نہیں تو فوراً اسی شہر کا رخ کیجئے جہاں "میری نظموں کا دوست" چھپ کر رہتا ہے، آپ اسی کے مکان کے سامنے احتجاجی مظاہرے کیجئے، اس کے خلاف مشاعرے برپا کیجئے، بغیر قافیوں کے نظمیں یا غزلیں لکھنے قانونی یا غیر قانونی چارہ جوئی کیجئے، جیسا بھی آپ کا موڈ ہو، میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

اگر کسی صاحب کو یہ مجموعہ اس قیمت میں مہنگا معلوم ہو جو انہوں نے اس کے خریدنے پر صرف کی ہے تو دام واپس کرنے کی ذمہ داری البتہ میں اپنے سر لیتا ہوں، یہ رقم آپ کبھی بھی بمبئی میرے غریب خانے پر تشریف لا کر واپس طلب کر سکتے ہیں، لیکن یہ شرط صرف پاکستانی کرم فرماؤں کے لئے ہے، ہندوستان والے مجھ پر بگڑنے کی بجائے، پاکستان جا کر "میری نظموں کے دوست" پر فوجداری کریں۔

اگر آپ اس کتاب کی قیمت لینے کے لئے کسی وجہ سے بمبئی تشریف نہ لا سکیں تو صبر کیجئے، اس کا اجر آپ کو آخرت میں ملے گا، لیکن اگر خدا نے آپ کو صبر کی دولت سے

مالامال نہیں کیا اور آپ مغلظات پر اتر آنا چاہتے ہیں اور یہ مغلظات آپ مجھ تک پہنچائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تو جس طرح شرفا ہر قسم کی خط و کتابت اور زیر زر کا پتہ بھی درج کر دیا کرتے ہیں، میں نے بھی ایک شریف آدمی کی طرح زیر مغلظات کے لیے اپنا پورا پتہ نیچے درج کر دیا ہے۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، میری نظموں کا اس دنیا میں صرف ایک دوست ہے، میری نظموں کو ایسا دوست کبھی نہیں ملے گا، حقیقت یہ ہے کہ یہ نظمیں میں نے اسی کے لیے لکھی ہیں، جب اس سے میرے تعلقات ختم ہو جائیں گے تو نظموں کا یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا، میری نظموں کی زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے جی چاہتا ہے کہ پاکستان جا کر اپنی نظموں کے اس دوست سے کبھی ملوں، لیکن مجھے یقین ہے کہ جونہی میں اس کے مکان پر جا کر دستک دوں گا یا اندر اپنا وزیٹنگ کارڈ بھیجوں گا وہ اپنے مکان کی پچھلی دیوار میں جلدی سے نقب لگا کر کہیں جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔

اچھا ہے کہ یہیں بیٹھ کر ہر روز اس کے خط کا انتظار کیا کروں، جو میری تاریک اور خاموش زندگی میں کبھی کبھی باغ جنت کے چاند کی طرح طلوع ہو کر مجھے ابدی مسرتوں کے طوفان میں بہائے جاتا ہے۔

۲۵ جنوری سنہ ۱۹۷۱ء

راجہ مہدی علی خاں

۱۴۹ - پالی روڈ - باندرہ - بمبئی - ۵۰ - بھارت

چور کی دُعا

اے خالقِ ہر ارض و سما وقتِ دعا ہے
بندے پہ ترے آج عجب وقت پڑا ہے
پہلے بھی ہر آفت سے مجھے تو نے بچایا
دائم رہا مجھ پہ ترے الطاف کا سایا
جب نام ترا لے کے کوئی نقب لگائی
ہر کام کی تدبیر مجھے تو نے سُجھائی
سچ تو یہ ہے کتوں کو سلا رکھتا ہے تو ہی
میرے لئے دروازہ کھلا رکھتا ہے تو ہی
انصاف کے پنجے سے مجھے تو نے چھڑایا
اور دامِ حوالات میں اوروں کو پھنسایا

دل میں بہت ارمان لئے نکلا ہوں گھر سے
ایسا نہ ہو ناکام میں لوٹوں تیرے در سے
نامی کوئی ڈاکو نہیں چھوٹا سا ہوں اک چور
رحم آتا ہے بندوں پہ بہت دل کا ہوں کمزور
مجھ سے کبھی گاڈر پیچ کے تالے نہیں ٹوٹے
تیری ہی قسم میں نے کبھی بنک نہ لوٹے
چھ سات سو مل جائے تو بندے کو ہے کافی
وہ چور نہیں ہوں جو کرے وعدہ خلافی
اس چھت پہ کمند اپنی پھینکوں گا گھما کر
ہمت دے مجھے اتنی کہ چڑھ جاؤں میں فر فر
بسم اللہ! ارے واہ میں قربان، میں قربان
کیا خوب لگی ہے کمند! اللہ تیری شان

خرگوشوں کی غزل

کوئی شکاری بار بار بن میں ہمارے آئے کیوں؟
چونکیں گے ہم بار بار، کوئی ہمیں ڈرائے کیوں؟

گھر نہیں، جھونپڑی نہیں، کٹیا نہیں، مکاں نہیں
بیٹھے ہیں جنگلوں میں ہم، کوئی ہمیں بھگائے کیوں؟

کان کھڑے نہ کیوں کریں، گھاس میں کیوں نہ ہم چھپیں
کھٹکا ذرا بھی ہو اگر، کوئی ٹھٹھک نہ جائے کیوں؟

بن میں ہمارے جو بھی آئے، سیر مزے سے وہ کرے
آئے ہزار بار خود، کتوں کو ساتھ لائے کیوں؟

امی سے مار کھا کے بھی، خوش کوئی کس طرح رہے
پانی مزے سے کیوں پیئے، گھاس مزے سے کھائے کیوں؟

کہتا تھا اک شکاری یہ ،، آئیں گے ہم ضرور یاں
جس کو ہو اپنی جان عزیز بن میں وہ گھر بنائے کیوں ؟
چڑیاں نہ چہچہائیں کل، سوئیں ہم دوپہر تک
بند ہے بن کا مدرسہ کوئی، ہمیں جگائے کیوں ؟

چار بجے

میٹھے بھٹائے ہو گئی گھر میں مار کٹائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ "دعا" نے کام کیا
امّی اور ابّا نے مل کر میرا کام تمام کیا

آج محلے بھر میں گونجی میری دہائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
کتنی خوشی ہے ہم نے اپنے پٹنے کی تیاری کی

سارے گھر میں ہم نے کیسی دھوم مچائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

بی ہمسائی تو کیوں آئی تجھ کو شاید علم نہیں
یہ میرے پٹنے کا منظر ہے، کوئی اچھی فلم نہیں
تو مرا یہ "میٹنی شو" کیوں دیکھنے آئی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

چائے کی میز پہ میں نے کچھ نقص نکالے فوڈ میں تھے
ہائے ری قسمت امی ابا دونوں ہی کچھ موڈ میں تھے
بیٹھے بیٹھے ان کو سوجھی میری بھلائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

تیرے حکم بنا اے داتا پتہ تک نہیں ہلتا ہے
میں تو جانوں تیرے ہی در سے مجھ کو سب کچھ ملتا ہے
تھینک یو، تھینک یو! تو نے کرائی میری ٹھکائی چار بجے
میرے بزرگوں نے مجھ کو تہذیب سکھائی چار بجے

بچّوں کی توبہ

ہم نے بکری کے بچّوں کو کمروں میں نچانا چھوڑ دیا
ناراض نہ ہو امّی ہم نے ہر شوق پرانا چھوڑ دیا
ڈیڈی کے سوٹ پہن کر ہم صوفوں پر ڈانس نہیں کرتے
سارے گھر کی بنیادوں کو اب ہم نے ہلانا چھوڑ دیا
دادا ابّا کا اب چشمہ بکرے کو نہیں پہناتے ہم
نانا ابّا کی لٹھیا اب ہم نے چھپانا چھوڑ دیا
بندر کو سہرا باندھ کے ہم دولھا نہ بنائیں گے امّی
اب گھونگٹ کاڑھ بندریا کو ڈولی میں بٹھانا چھوڑ دیا
ندیا کے گہرے پانی میں کھائے نہ کئی دن سے غوطے
گھر ہی میں پڑے اب سڑتے ہیں ندیا پہ نہانا چھوڑ دیا
اب صبر کے میٹھے پھل آہیں بھر بھر کر کھاتے ہیں
مالن کو بنا بیٹھے خالہ، مالی کو رلانا چھوڑ دیا

گھر میں بیٹھے سادھو بن کر اب علم کی مالا جپتے ہیں
خرگوشوں کے پیچھے جنگل میں کتوں کو بھگانا چھوڑ دیا
پنجروں میں بند جو رہتی تھیں وہ پھر سے اڑا دیں ریچھ یاں
مرغوں میں صلح کراتے ہیں، مرغوں کو لڑانا چھوڑ دیا
اب ہم نے کبھی کھانا کھا کر کپڑوں سے ہاتھ نہیں پونچھے
دیکھو کئی دن سے دھوبی نے رونا چلانا چھوڑ دیا
ہر ایک بغاوت چھوڑی ہے ہر ایک شرارت رخصت ہے
اب گھر میں فرشتے آتے ہیں، شیطان نے آنا چھوڑ دیا
ہم سے پھر بھی ناراض ہو کیوں؟ کیا تم سوتیلی امی ہو؟
اپنے ان پیارے بچوں کو اب منہ بھی لگانا چھوڑ دیا
جن آنکھوں میں روز شرارت تھی ان آنکھوں میں آنسو اب دیکھو
ان آپ کی پیاری آنکھوں کو اب ہم نے رلانا چھوڑ دیا
ہے گھر کی فضا سہمی سہمی، غمگین ہیں بچوں کے چہرے
کب ہنس کے کہو گی اے بچو! کیوں ہم کو ستانا چھوڑ دیا

ننھی جوگن خدا کی تلاش میں

اے خدا جنگل میں چھپ کر تجھ سے ملنے آئی ہوں
جیب میں تھوڑی مٹھائی بھی چھپا کر لائی ہوں
تجھ کو کیا معلوم کتنا چاہتی ہوں میں تجھے
تجھ کو تھوڑا دیکھ لوں تو چین آجائے مجھے
آسماں پر میں نے دیکھا دوربینوں سے تجھے
ڈھونڈھتی پھرتی ہوں پونے دو مہینوں سے تجھے
آسماں پر چاند تاروں کے سوا کچھ بھی نہیں
جنگلوں میں ذی بو داروں کے سوا کچھ بھی نہیں
جھاڑیوں میں بھی نہیں ہے تو وہاں خرگوش ہیں
تیری خاطر بن کے جوگی بن میں جو روپوش ہیں
میری امی باہر آجاتی ہیں برقع اوڑھ کر
تو کبھی برقع میں بھی آتا نہیں مجھ کو نظر

آج کل پردہ کوئی کرتا نہیں تیرے سوا
چھوڑنے والی ہیں اب امیّ بھی پردہ اے خدا
چوری چوری مجھ سے مل جاہیں بہت ہی نیک ہوں
امی کہتی ہیں کہ لاکھوں لڑکیوں میں ایک ہوں
پورے پانچ آنے فقیروں کو میں دے کر آئی ہوں
ہاتھ میں چھوٹی سی اک تسبیح لے کر آئی ہوں
تجھ کو خوش کرنے کی خاطر جھوٹ بھی نہ بولا آج
کیا کروں جب اپنے سر پر رکھ لیا نیکی کا تاج
جنگلوں میں آگئی سب اپنی گڑیاں چھوڑ کر
میں تو جوگن بن گئی ہوں تجھ سے ناتے جوڑ کر
چھپ کے امی سے وظیفہ بھی پڑھا کل رات کو
تاکہ وہ سن لیں نہ تیری اور میری بات کو
سات راتیں ،، توبہ استغفار،، بھی پڑھتی رہی
آگے ہی آگے میں تیری راہ میں بڑھتی گئی
آدھی روٹی کھائی ہے اور ساتھ بس تھوڑی سی پیاز
آگئی ہوں بن میں لے کر اپنی ننھی ،، جانماز،،
اک اگربتی بھی لائی ہوں ابھی سلگاؤں گی
کر کے آنکھیں بند تیرے دھیان میں کھو جاؤں گی
آنکھ میں آنسو ہیں اور تیرے لیئے ہے دل اداس

آبھی جا اب آ بھی جا کوئی نہیں ہے آس پاس
لگ رہا ہے ڈر مجھے جنگل بہت سنسان ہے
حوصلہ چھوٹا سا ہے ننھی سی میری جان ہے
دیکھ کر مجھ کو اکیلی بھیڑیا گر آگیا
اور اگر مجھ نگوڑی کو وہ ظالم کھا گیا
دیکھ کر چھوٹی سی یہ تسبیح اور یہ "جانماز"
تو بہت روئے گا اے میرے خدائے بے نیاز
پھر یہ سب چیزیں مری امی کو تو دے آئے گا
کچھ نہیں تو منہ سے بولے گا تو روتا جائے گا
تجھ سے جب پوچھیں گی امی کیا ہوا جی کیا ہوا!
دیکھ کر امی کا چہرہ اتنا گھبرایا ہوا
تو نہیں یہ کہہ سکے گا تیری "بانو" مر گئی
میری خاطر اپنی ماں کی گود خالی کر گئی
روئے گا پچھتا کے جب تو جنگلوں میں بار بار
بھیڑیئے کے پیٹ میں روؤں گی میں بھی زار زار
کیسے پونچھوں گی تیرے آنسو بہت گھبراؤں گی
تو بلائے گا، مگر کیسے میں باہر آؤں گی
اپنی اتنا چاہنے والی کو مت برباد کر
آسمانوں سے اتر کر اب میرا دل شاد کر

گر نہیں آتا تو پھر اک کام کر دینا مرا
یہ ضروری کام ہے مت بھول جانا اے خدا
جب تجھے فرصت ملے امّی سے کہہ آنا کبھی
تھوڑی سی برفی منگا کر نیاز دلوا دے مری
اور فرشتوں سے بھی کہہ دینا میرے اچھے خدا
میرا نام اس چھوکری نے آ کے جنگل میں لیا
بھیڑیئے کے پیٹ سے جنت میں لے جانا اِسے
بھول سے دھوکے سے دوزخ میں نہ پھینک آنا اِسے

محترمہ مسز اُلّو اور اُن کے بچّے

(۱)

امّی، میں اور بھیّا کل اِک شاخ پہ بیٹھے اونگھ رہے تھے
باغ کی بھینی بھینی خوشبو، چونچ سے اپنی سونگھ رہے تھے
ہم پر سپنے پھینک رہا تھا۔ دُور سے سورج کالا کالا
آدھے سوئے تھے آدھے جاگے۔ ڈورا بھی تھا رین اُجیالا
اتنے میں اس پیڑ کے نیچے، آئے دو اسکول کے بچّے
ایک اشارا کر کے بولا "دیکھو دو اُلّو کے پٹھّے"
ان کی گالی سن کر امّی، رونے لگے ہم دونوں بھائی
بھاگ گئے "وہ دونوں" ڈر کر ہم نے ایسی داڑھ مچائی
اپنی گول آنکھوں سے امّی، ہم کوئی دو سو آنسو روئے
اوڑھ کے سپنوں والی چادر۔ اِلّو، بِلّو۔ آج نہ سوئے

امّی! ابّا تو کہتے تھے ، ہم دونوں اچھے بچے ہیں
پھر وہ بچے کیوں کہتے ہیں ، ہم دو اُلّو کے پٹھے ہیں

(۲)

"آؤ ادھر اے پیارے بچو! ماں تم پر اپنی جاں وارے
پونچھ لو اپنی گول آنکھوں سے ، لمبے لمبے آنسو پیارے
سچ کہتی ہوں تم دونوں ہو ، ایک حسین اُلّو کے بچے
تم کو جو اگر دے گئے گالی ، وہ ہوں گے اُلّو کے پٹھے

——— ❊ ———

نگوڑا

تو ہی جا کوٹھے پہ سوسن میں تو بس اب جا چکی
توبہ توبہ کون واں جائے گا میں باز آ چکی
جب کبھی میں اوپر ہوں جاتی
سامنے اس کو ہوں پاتی
وہ نگوڑا مجھ کو تک کر جانے کیوں کہتا ہے "ہائے"
اب کہو سوسن کوئی کیا خاک اس کوٹھے پر جائے
دس دفعہ میں کل گئی جب
کیا بتاؤں اُف مرے رب
دس دفعہ ہی میں نے پایا اس کو اپنے سامنے
مجھ کو تک تک کر لگا کم بخت دل کو تھامنے

آ ذرا کوٹھے پہ جائیں
آ وہیں چنری سکھائیں
اُس لنگوٹے مردود کو منہ لگائیں گے نہ ہم
وہ جدھر ہوگا ادھر چنری سکھائیں گے نہ ہم

پھول اور کانٹا

جھٹپٹے کے وقت شیشم کے درختوں کے تلے
مِل رہی تھی جب ہوا سرو و شاخوں سے گلے
جب زمینِ خُلد منظر کیف سے معمور تھی
شام کی دیوی محبت کے نشے میں چور تھی
شہر کی ویراں سڑک پر مجھ کو اک لڑکی ملی
نیلگوں ملبوس میں مُورت چھپی تھی نور کی
ساتھ اپنے دھول اڑائے جس طرح موجِ ہوا
جس طرح سے پھول کے ساتھ ایک کانٹا ہو لگا
تھام کر اس مہ لقا کا عطر سے آلودہ ہاتھ
نوجواں بھی آ رہا تھا ایک اس کے ساتھ ساتھ

بنتِ عم

لڑکا:۔ نہیں آتی تو کیا ہے۔ ہم تمہیں انگلش پڑھا دیں گے
کتابیں مت منگانا سب کی سب ہم کل ہی لا دیں گے

لڑکی:۔ نہیں اس کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تکلف مت کیجیے
مناسب ہے یہی بی۔ اے کا پہلے امتحاں دیجیے

لڑکا:۔ کسی کی فکر میں کیوں آ رہے تم کو پسینے ہیں؟
ابھی تو امتحاں میں ٹھیک پونے نو مہینے ہیں

لڑکی جی ہاں یہ ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے ڈیڈی پڑھا دیں گے
وہ کل ہی کہہ رہے تھے سب کتابیں مجھ کو لا دیں گے

لڑکا:۔ انہیں فرصت کہاں ہے؟ کیوں انہیں تکلیف دیتی ہو
میں جب کہتا ہوں تم کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتی ہو

لڑکی :- بہت رہتی ہے چیخم دھاڑ بچوں کی اس گھر میں
پڑھے گا خاک کوئی اتنا واویلا ہو جس گھر میں

لڑکا :- ارے ہر شام کنج باغ میں ہم بیٹھ جائیں گے
اٹھے آندھی یا طوفان، ہم تمہیں انگلش پڑھائیں گے

لڑکی :- اجی چھوڑو یہ باتیں اپنا دل تم کر چکے ہو گم
کہو نا صاف: مجھ سے عشق کرنا چاہتے ہو تم

درزی اور لارڈ کرزن

سترودر :۔ ادھر دیکھئے اک نظر بندہ پرور
کہ ملنے کو تشریف لائے ہیں سرور
ذرا اپنے چہرے سے زلفیں ہٹا کر
ہمیں دیکھئے اک نظر مسکرا کر
یہ "دیوانِ غالب" ، یہ "دیوانِ حالی"
یہ ہے داستانِ "امامِ غزالی"
تلاش ان کو کرتا رہا ہوں مہینوں
بڑی مشکلوں سے ملی ہیں یہ تینوں
میں بارش میں بھی آج پھرتا رہا ہوں
میں کیچڑ بھی سڑکوں پہ گرتا رہا ہوں

نہ مجنوں کبھی یہ کٹھن کام کرتا
نہ وہ ایسے موسم میں آرام کرتا
مگر میں چراغِ محبت جلا کر
انہیں ڈھونڈ لایا اندھیروں میں جا کر
بس اب مجھ سے تم "شکریہ" تک نہ کہنا
اسی طرح بے درد خاموش رہنا
جب آیا انہیں گھر میں مصروف دیکھا
انہیں "دفترِ دل" سے "موقوف" دیکھا
مشینوں پہ کپڑے سئے جا رہے ہیں
رومالوں پہ بخئے کئے جا رہے ہیں
جہیز اپنا سینا اری اے حسینہ
مگر میرا چاکِ گریباں نہ سینا
ارے اس مشین کو میں کھڑکی سے پھینکوں
ہوئی کتنے ٹکڑے؟ میں اوپر سے دیکھوں
یہ "ڈرکوپ" ہے اور ڈرپوک ہوں میں
مگر پھینک دینے پہ پردود کہ ہوں میں
ہنساتا ہوں تم کو تو ہنستی نہیں ہو
پھنساتا ہوں تم کو تو پھنستی نہیں ہو

ارے میرے اللہ بڑی ہے یہ پکّی
نہیں چل سکے گی محبت کی چکّی
نگاہیں اٹھا کر ادھر دیکھ درزن
کھڑا ہے ترے سامنے لارڈ کرزن

سین

رضیہ :- چلو چھوڑو مسٹر یہ بکو اس کب تک
تم اس گھر میں تڑپو گے بے آس کب تک
کبھی لڑکیاں ایسے پھنستی نہیں ہیں
ہنساؤ تو بے درد ہنستی نہیں ہیں
برا ہے محبت میں ڈائرکٹ ہونا
پسند آ کے بھی ایسے ریجکٹ ہونا

سرور یہ کمرے میں کتنی ہوا آ رہی ہے
یہ زلفوں کو بے کار الجھا رہی ہے
کہو تو میں کھڑکی کا پردہ گرا دوں؟
قریب آ کے چہرے سے زلفیں ہٹا دوں؟
یہ کمبخت کتنا الجھتی ہیں تجھ سے
الجھنا یہ تجھ سے الجھنا ہے مجھ سے

مچلتا رہوں کب تلک دور رہ کے
قریب آؤں میں ایک دو تین کہہ کے؟

رضیہ :۔ کم از کم رہو سو قدم دور مجھ سے
چپت ورنہ کھاؤ گے بھرپور مجھ سے
چلے آئے پھر عشق کا ساز لے کر
بلاؤں میں امّی کو آواز دے کر؟
امّی دیکھئے یہ ....
....

سرور :۔ ارے رے رے خاموش بس بس
ابھی بس ابھی جا رہا ہوں میں واپس
میرے عشق کو پاؤں سے تم رگیدو
مگر ان کتابوں کی یہ قیمت ,, تو دیدو
مگر یاد رکھو کہ قیمت بڑی ہے
ہے برکھا کا موسم ملن کی گھڑی ہے

رضیہ :۔ برکھا کا موسم جہنم میں جائے
نہ ,,شیطاں،، کوئی میری ,,جنت،، میں آئے

مجھے یاد ہے کل درختوں کے پیچھے
گھنی، "عشق پیچاں"، کی بیلوں کے پیچھے
لیا تھام جب تم نے اک ہاتھ میرا
ستایا بہت مجھ کو جی بھر کے چھیڑا
بہت کچھ تمہیں پیشگی دے چکی ہوں
نہ پھر مانگنے کی قسم لے چکی ہوں
لئے اپنا دل بھاگ جا لارڈ کرزن
نہیں تو تمہیں پیٹ دے گی یہ دُرزن

بھائی بہن

لے کے اپنی اداؤں کے لشکر　　وہ دبے پاؤں گھر سے آتی ہے
چاند حیرت سے اس کو تکتا ہے　　سوچتا ہے کدھر یہ جاتی ہے

گلستاں کی حسیں ہواؤں میں　　اس کی ہر اک مراد کھلتی ہے
دن میں کہتی ہے جس کو وہ بھائی　　رات کو چھپ کر اس سے ملتی ہے

فیصلہ

محبت کروں تجھ سے میں اے حسینہ؟
مگر میری صورت کچھ اچھی نہیں ہے
یہی سوچتا ہوں کروں پھر بھی کوشش
مگر تیری صورت کچھ اچھی نہیں ہے
چلو پھیر لیں اپنی اپنی نگاہیں
نہ تم ہم کو چاہو نہ ہم تم کو چاہیں

آخری گالی

پھر وہی چھیڑیں پیار کی باتیں آپ نہیں باز آئیں گے؟
دیکھئے ہم اٹھ کر چل دیں گے، آپ نہیں گر جائیں گے؟
قوس قزح چولہے میں جائے کالی گھٹا کو آگ لگے
کیا ہم دیکھ نہیں سکتے ہیں، آپ ہمیں دکھلائیں گے؟
آنکھیں ہماری اچھی ہیں تو آپ کو ان سے کیا مطلب
جیسی بھی ہیں آپ اب ان کے پیچھے ہی پڑ جائیں گے؟
آپ نے تصویریں مانگی تھیں ہم نے بس یوں ہی دیدیں
کیا معلوم تھا آپ اب ان سے دل کا محل سجائیں گے؟
بری بری نظریں چہرے پہ ڈال رہے ہیں اُف توبہ
ہم اپنے دونوں گالوں کو جا کے ابھی دھو آئیں گے

اتنے لمبے لمبے خط ہم کیسے پڑھیں ہائے اللہ:
جب بھی آئیں گے ساتھ اپنے کوئی مصیبت لائیں گے
ہم پر آپ نظمیں لکھ دیں، اس پہ بھی ہم خاموش رہے
نظموں کے بعد آپ تو ہم پر نثر بھی اب چپکائیں گے
یہ جھمکے، یہ سینٹ، یہ نظمیں عشق کا سب سازوسامان
اب واپس لے جائیے صاحب بس میں نہیں ہم آئیں گے
ہم کہتے ہیں شہر میں ہوں گی نو سو لڑکیاں کم سے کم
یہ کیا ضد ہے پیار کی مالا ہم ہی کو پہنائیں گے
کر لیجئے رضیہ سے محبت ہم پر کیجے نظر کرم
وہ بیچاری پھنس جائے گی ہم اس کو سمجھائیں گے
عظمت بھی اچھی خاصی ہے اس سے لڑا لیجے آنکھیں
آپ اس بندی کی خاطر کب تک زحمت فرمائیں گے
خالد صاحب آتے ہیں تو کیسے کہیں ہم "مت آؤ"
آتے ہیں تو ہم کیوں روکیں، کھا تو نہیں وہ جائیں گے
دیکھئے ہاتھ لگایا تو ہم ڈر کر شور مچا دیں گے
امی، ابا، پھپھو، خالہ، دوڑ کے سب آ جائیں گے
پہلے ہم کو بہن کہا، اب فکر ہمیں سے شادی کی
یہ بھی نہ سوچا بہن سے شادی کر کے کیا کہلائیں گے؟

مولوی صاحب کا خواب

دیکھتا تھا میں جس کو چھپ کے
اپنے حجرے کی کھڑکی سے
جس کے لئے تعویذ کرائے
ندی نالوں میں ڈلوائے
اس کے گھر میں جا پہنچا ہوں
بالکل اس کے پاس کھڑا ہوں
گھر میں بیٹھی ہے وہ اکیلی
ماں ہے پاس، نہ کوئی سہیلی
پردہ اس نے چھوڑ دیا ہے
برقعہ اس کا دور گرا ہے

چہرے پہ خوشبودار پسینہ
الھڑ جوبن باغی سینہ

گوری گوری چنچل بانہیں
وصل کی خواہاں شوخ نگاہیں

سر پہ لا کر ہاتھ حنائی
لے کر اک دل پھینک انگڑائی

کہتی ہے چھوڑو قاضی واضی
میں بھی راضی، تم بھی راضی

ادیب کی محبوبہ

تمہاری الفت میں ہارمونم پہ میر کی غزلیں گا رہا ہوں
بہتر ان میں چھپے ہیں نشتر، جو سب کے سب آزما رہا ہوں
بہت دنوں سے تمہارے جلوے خدیجہ مستور ہو گئے تھے
ہے شکرِ باری کہ سامنے اپنے آج پھر تم کو پا رہا ہوں
لحاف عصمت کا اوڑھ کر تم فسانے منٹو کے پڑھ رہی ہو
بہن کے بیدی کا " گرم کوٹ " .. آج تم سے آنکھیں ملا رہا ہوں
تمہارے گھر ن. م. راشد کالے کے آیا سفارشی خط
مگر تعجب ہے پھر بھی تم سے نہیں میں کچھ فیض پا رہا ہوں
بہت ہے سیدھی سی بات میری نجانے تم کیوں نہیں سمجھتیں
قسم خدا کی کلام غالب نہیں میں تم کو سنا رہا ہوں

تمہاری زلفِ سیہ پہ تنقید کس سے لکھواؤں تم ہی بولو
شری عبادت بریلوی کو میں تار دے کر بلا رہا ہوں

میں تم پہ ہوں جاں نثار اختر قسم ہے منشی فدا علی کی
بہت دنوں سے میں تم پہ ساحر سے جادو ٹونے کرا رہا ہوں

اگر ہو تم ہاجرہ تو پھر مجھ سے مل کے مسرور کیوں نہیں ہو؟
تمہارے آگے او بندر ناتھ اشک بن کے آنسو بہا رہا ہوں

حسیں ہو زہرہ جمال ہو تم۔ مجھے ستا کر نہال ہو تم
تمہارے یہ ظلم قرۃ العین کو بتانے میں جا رہا ہوں

میری محبت کی داستاں سن کے رو پڑے ہے جوشِ ملسیانی
سکھا کے پنکھے سے ان کے آنسو ابھی وہاں سے میں آ رہا ہوں

پلا دو آنکھوں سے، تاکہ مجھ کو کچھ آلِ احمد سرور آئے
بہت ہیں غم مجھ کو عاشقی کے۔ پئے بنا ڈگمگا رہا ہوں

میری تباہی پہ چھاپ دیں گے، نقوش کا ایک خاص نمبر
طفیل صاحب کے پاس سارے مسودے لے کے جا رہا ہوں

وزیر آغا پٹھان ہیں ساتھ ساتھ یاروں کے یار بھی ہیں
پکڑ کے وہ تم کو پیٹ دیں گے میں کل انہیں ساتھ لا رہا ہوں

حکیم یوسف حسن نے جب میری نبض دیکھی تو رو کے بولے
جگر ہے زخمی تباہ گردے یہ بات تم سے چھپا رہا ہوں

ملیح آباد آج جا رہا ہوں میں جوشؔ لاؤں کہ آم لاؤں؟
ہیں دونوں چیزیں وہاں کی اچھی ہیں لاؤں کیا تلملا رہا ہوں

جو حکم دو واجدہ تبسم کا کچھ تبسم ہیں تم کو لا دوں
تمہارے ہونٹوں پہ غم کی موجوں کو دیکھ کر تلملا رہا ہوں

فسانۂ عشق مختصر ہے، قسم خدا کی نہ بور ہونا
فراقؔ گورکھپوری کی غزلیں نہیں ہیں تم سنا رہا ہوں

میری محبت کی داستاں کو گدھے کی مت سرگزشت سمجھو
میں کرشن چندر نہیں ہوں ظالم یقین تم کو دلا رہا ہوں

ضرورت رشتہ اور تصویریں

(۱)

ممی اس سے نہیں، توبہ، کروں گی قدر خاک اس کی
مجھے لگتا ہے ڈر اس سے بہت لمبی ہے ناک اس کی
ہوئی شادی تو پہلا کام؟ میں ڈرائی دور میں مانگوں گی
میں اس کی ناک پر کیا اپنا اوورکوٹ ٹانگوں گی
نہیں بابا، نہیں بابا
یہ اچکن پہنے بیٹھے ہیں غلط بولیں گے انگریزی
ہلاکو جیسی آنکھیں ہیں نگاہیں ان کی چنگیزی
میں کوئی ملک ہوں جو مجھ پر حملہ کرنے آئے ہو
میاں جاؤ۔ میں اک تلوار ہوں کیوں مرنے آئے ہو
نہیں جچتے، نہیں جچتے۔

(۳)

"وٹامن بی" کی کچھ اس میں کمی معلوم ہوتی ہے
میرے اللہ نبض اس کی تھمی معلوم ہوتی ہے
میں بیٹھ کرتی ہوں امّی، ہوگا یہ بیمار برسوں سے
بچارا مطمئن ہوگا کم از کم چار نرسوں سے
نہیں امّی، نہیں امّی

(۴)

بہت خط اس نے بھیجے ایک بھی بھیجا نہ لَو لیٹر
میں پچھلے ڈیک اس سے کر چکی ہوں ڈراپ یہ میٹر
میاں تم مشرقی اور مغربی ہے خاندان اپنا
میں باز آئی محبت سے اٹھا لو پاندان اپنا
نہیں جمتے، نہیں جمتے.

(۵)

ممی غنڈہ ہے یہ. اور نام ہے بی اے شریف اس کا
شراب اور بد معاشی میں نہیں کوئی حریف اس کا
ادھر یہ ڈال کر ڈورے مجھے اپنا بنا لے گا
ہو تم بھی خوبصورت. یہ نظر تم پر بھی ڈالے گا
اری لڑکی. اری لڑکی

نگاہیں نیچی نیچی نام ہے ایم۔ اے لطیف اس کا
خدایا توبہ توبہ جسم ہے کتنا نحیف اس کا
میری نظروں کا پہلا تیر بھی یہ سہہ نہیں سکتا
یہ مر جائے گا بیچارہ یہ زندہ رہ نہیں سکتا
چلو آگئے، چلو آگے۔

(۷)

یہ اس کے منہ پہ "مسٹر ڈر پھٹے منہ" کس نے لکھ ڈلا ہے
یہ میرا کام تھا لیکن شرارت کر گئی خالہ
ذرا ٹھیرو میں اس کے ساتھ خالہ کو پھنساؤں گی
اسی خالہ کو "بیگم ڈر پھٹے منہ" (یہ) بتاؤں گی
اری لڑکی، اری لڑکی

(۸)

یہ ایل ایل بی ہے پر اللہ بچائے ان وکیلوں سے
یہ ہر اک بات منوا لے گا قانونی دلیلوں سے
مجھے ڈائی وورس یہ بائی فورس دے سکتا ہے حیلوں سے
میرا گھر لوٹ لے گا قرقیوں سے اور اپیلوں سے
نہیں دیکھو، پرے پھینکو

(۹)

یہ شاعر ہے یہ سر لڑکی کو آہیں بھر کے تکتا ہے
جب اکتا جائے گا کہہ دے گا میڈم تجھ بیں "سکتا" ہے
کرے گا شاعری دن بھر نہیں پیسہ کمائے گا
یہ بھوکا رہ کے راتوں کو گرہ مجھ پر لگائے گا
نہیں امی، نہیں امی

(۱۰)

ارے یہ ڈاکٹر نبضیں حسینوں کی ٹٹولے گا
گنے گا دھڑکنیں دل کی، گریبانوں کو کھولے گا
شریک زندگی بن کر میں جینے کو تو جی لوں گی
جو اس پہ شک ہوا میں ٹنکچر آیوڈین پی لوں گی
نہیں بابا، نہیں بابا

(۱۱)

ممی اب بس کرد بس بس غلط ہیں سب یہ تدبیریں
محبت میں نہ کام آئیں ہیں تصویریں، تقریریں

جو سچ پوچھو شراب عشق سیپ کر تی رہی ہوں میں
وہی اچھا ہے جس سے کورٹ شپ کر تی رہی ہوں میں
بہت اچھا
بہت اچھا

ایک اور ضرورتِ رشتہ اور تصویریں

(۱)

پولیس کپتان کی پوتی ہے یہ، اس سے نہیں ممی
جہاں ڈانٹا، پولیس آجائے گی فوراً وہیں ممی
ذرا، فوں فوں، کیا تو اپنے ڈیڈی کو بنادے گی
یہ خود باہر رہے گی اور مجھے اندر کرا دے گی
نہیں ممی، نہیں ممی

(۲)

ممی یہ وہ ہے جو پٹنے میں ہاکی میچ کھیلی تھی
خوشی سے شیخ کی موٹر میں اس نے لفٹ لے لی تھی

وہ اس گوری پہ کالا ہاتھ اپنا دھر چکا ہوگا
وہ موقع پا کے موٹر میں اِسے کِس کر چکا ہوگا
نہیں امّی، نہیں امّی

(۳)

عدالت حُسن کی ہے، بن کے مجسٹریٹ بیٹھی ہیں
یہ شادی کے لئے "ملزم" کو دینے ڈیٹ بیٹھی ہیں
چھوا ان کو تو بولیں گی "رذالت کر رہے ہو تم
پرے ہٹ جاؤ توہین عدالت کر رہے ہو تم
نہیں امّی، نہیں امّی

(۴)

ممی کیا یہ وہی ہے جس کی تم ہو عاشق وشیدا؟
یہ ہندی ہو کے کیوں انگلینڈ میں جا کر ہوئی پیدا
سوئٹرز لینڈ میں ہے باپ امریکہ میں ماں اس کی
"چمن" میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں اسکی
نہیں امّی، نہیں امّی

بھویں تنی ہیں کتّا ساتھ میں ہے. تن کے بیٹھی ہیں
کلام داغ شاید پڑھ کے یہ بن ٹھن کے بیٹھی ہیں
کہیں گی میرے کتے کے لئے بھی پارٹنر لاؤ
کسی کافر ادا کی "دید" سے اس کو بھی بہلاؤ
نہیں امّی نہیں امّی

(۶)

سنا ہے فلم میں بھی یہ حسینہ کام کرتی ہے
نہ جانے ایک دن میں کتنے دل نیلام کرتی ہے
جو ہیرو مل گیا کوئی مجھے ویلن بنا دے گی
یہ دو ہی چار سینوں میں مجھے گھر سے بھگا دے گی
نہیں امّی نہیں امّی

(۷)

ارے اس کو تو اس دن پارٹی میں ہم نے دیکھا تھا
کسی لڑکے نے اس پر دور سے اک پھول پھینکا تھا
یہی تھے ٹاپس کانوں میں، یہی ٹیشو کی ساری تھی
نظر سب سے بچا کر اس نے مجھ کو آنکھ ماری تھی

نہیں امّی نہیں امی

(۸)

ہے ریکٹ ہاتھ میں، کیا بیڈمنٹن اس نے سیکھی ہے
تنیا مرچ کی مانند کتنی تیکھی تیکھی ہے
اسی ریکٹ سے اک دن میرا قصہ پاک کر دے گی
یہ میرے عشق کو دو دن میں تنٹیں کاک کر دے گی
نہیں امّی نہیں امّی

(۹)

دکن کی جادو گرنی آئی دام زلف کو کھولے
کہے "قینچی" کو "کینچی" اور "قسم" کو یہ "خصم" بولے
قسم کھانے کے دھوکے میں "خصم" شاید یہ کھا جائے
میری امّی جوانی میں نہ مجھ کو موت آجائے
نہیں امّی نہیں امّی

(۱۰)

سنا ہے فنِ موسیقی میں ماہر ہے یہ نیک بلا

کہے گی مجھ سے "میں گاؤں گی تم چھیڑو ذرا طبلا"
میرے گھر کی چھتیں اڑ جائیں گی سب اس کی تانوں سے
نہ سارنگی جدا میں کر سکوں گا اس کی رانوں سے
نہیں امّی، نہیں امّی

(۱۱)

غزالی آنکھ، چہرہ پھول، شرمیلی نظر اس کی
حسیں گالوں پہ دو دو تِل ہیں اور غائب کمر اس کی
ممی یہ سرو قد لڑکی نہیں میرے نصیبوں میں
یہ بٹ جائے گی فوراً شاعروں میں اور ادیبوں میں
نہیں امّی، نہیں امّی

(۱۲)

کھڑی ہے ریگِ ساحل پر۔ امیرُ البحر کی پوتی
صراحی دار گردن میں ہیں کچھ مرجان، کچھ موتی
میرے دل کے سفینے کو چٹانوں سے نہ ٹکرا دے
کسی ملاح سے مجھ کو سمندر میں نہ پھکوا دے
نہیں امّی، نہیں امّی

(۱۳)

ممی اب تو سمندر ہی میں پھینک آؤ یہ تصویریں
نہیں ڈالو میرے قدموں میں تم شادی کی زنجیریں
جو سچ پوچھو، یہ سب شادی نہ کرنے کے بہانے ہیں
مچلتا تیر ہوں سب لڑکیاں میرے نشانے ہیں
مجھے دنیا کی ہر لڑکی حسیں معلوم ہوتی ہے
ہر اک صورت مجھے سحر آفریں معلوم ہوتی ہے
اگر ان لڑکیوں میں ایک سے شادی کروں گا میں
یقیناً ہے مجھ کو، باقی کے لئے آہیں بھروں گا میں
کہو اب تم ہی امی میں کروں گا کس طرح شادی؟
میں ڈیڈی کی طرح ہرگز "قناعت" کا نہیں عادی

"ارے ٹھگنے ارے موٹے"

غنڈے

تاش کے پتے پھینکو یارو — تاش کے پتے پھینکو یارو
سامنے دیکھو کون آتی ہے — کر کے سات سنگار
تاش کے پتے پھینکو یارو — تاش کے پتے پھینکو یارو

پہچانا؟ ہے کون حسینہ؟
تھام لو اپنا اپنا سینہ
لنگڑے سیٹھ کی یار آتی ہے
ہفتے میں دو بار آتی ہے
چوڑیوں کی جھنکار سناتی ہے -
پائلیا کے گیت سناتی ہے

آتی یہ ہر بار ہے یارو — کر کے سات سنگار

تاش کے پتے پھینکو یارو تاش کے پتے پھینکو یارو

سینے کا گلزار کھلاتی

ڈالی کی سی کمر لچکاتی

آج تو آتی ہے وہ اکیلی

ساتھ نہیں ہے اس کی سہیلی

کیوں یہ تیلی اونگھ رہا ہے؟

اس کی خوشبو سونگھ رہا ہے؟

جب وہ آئے، کہہ کے "ہائے" آنکھ تو اس کو مار

تاش کے پتے پھینکو یارو تاش کے پتے پھینکو یارو

ایک آنکھ والا

لے کے بیڑی کا ایک لمبا کش
تانگے والا میرا لگا کہنے

ایک چابک لگا کے گھوڑے کو
دیکھ کر اک حسیں جوڑے کو

بابو جی ایک دن کا ذکر ہے یہ
آنکھ پہ کچھ جھکا کے باندھی تھی

میں نے ریشم کی مشہدی لنگی
"یہ میری آنکھ" چھپ گئی سی تھی

منہ میں قینچی کا ایک سگرٹ تھا
کسی معشوق کو تن تنہا

کان میں عطر کی پھریری تھی
ڈھونڈتی ہر نگاہ میری تھی

اس سڑک پہ اس آنکھ نے دیکھا   چلبلی پیاری اک حسینہ کو
"آجا گڑیئے اِدھر ذرا" کہہ کے   مار دی آنکھ اس لعینہ کو

اپنے گورے سے ہاتھ کا تھپڑ   میرے منہ پر جما دیا اس نے
یوں لگا جیسے گرم اک بوسہ   میرے منہ پر ٹکا دیا اس نے

اس حسیں ہاتھ کی حسیں خوشبو   اب بھی آتی ہے سونگھ لیتا ہوں
دو گھڑی بند کر کے میں آنکھیں   اپنے تانگے میں اونگھ لیتا ہوں
اور کیا چاہیئے تھا بابو جی۔"

اُس سے اور اُسی سے

(۱)

زمیں کے چاند ترا حُسن آسمانی ہے
ہر ایک جلوہ ترا اِک نئی کہانی ہے

ہے تیرے جلووں سے رخشندہ میری عمر کی رات
زہے نصیب کہ تو ہو میری شریکِ حیات

ہے میرے اجڑے ہوئے گھر کو انتظار ترا
تو اے بہار اسے آ کے رشکِ خُلد بنا

گھر آؤں گا جو سرِ شام ہو کے میں بے حال
نہال دل کو کریں گے یہ تیرے پھول سے گال

گلے میں ہوں گے میرے ہار تیری باہوں کے
چمک اٹھیں گے ستارے تیری نگاہوں کے
کرے گی زندہ مجھے تیری دلنشیں گفتار
میرے چمن میں رہے گا سدا یہ حسنِ بہار
کھلے گی دل کی کلی روح شادماں ہو گی
بہشت ہو گی اسی گھر میں تو جہاں ہو گی
قدم نما و فرود آ کہ خانہ خانہ تست

(۲)

خدا کے واسطے کھولو بھی آ کے دروازہ
میں کتنی دیر سے باہر کھڑا ہوں چیخ رہا
اگر علیل نہ ہو آپ کا مزاج شریف
تو پنکھا جھلنے ذرا اٹھ کے کیجئے تکلیف
یہ چارپائی میری ٹیڑھی کیوں بچھائی ہے؟
بھلا اِکنی یہ کیوں فرش پر گرائی ہے؟
الٰہی کون یہ پانی کا دے گا اتنا بل؟
خدا کے واسطے کر نل کو بند اے کاہل

چپاتیاں میرے اللہ سب کی سب کچی:
تمام عمر ہی سے تا یدرہو گی تم بچی،
نمک کی کان الٹ دی ہے آج سالن میں
اٹھا پیالہ پٹخ دے یہ جا کے آنگن میں
بس اٹھ بھی اب کوئی ایسا برا تو حال نہیں
مجھ غریب کا گھر ہے یہ ہسپتال نہیں
دبا دے پیر میرے اٹھ کے: اٹھ بھی اٹھ اے سست:

میاں کے دوست

آئے میاں کے دوست تو آتے چلے گئے
چھوٹے سے ایک گھر میں سماتے چلے گئے
وہ قہقہے لگے کہ چھتیں گھر کی اڑ گئیں
بنیاد سارے گھر کی ہلاتے چلے گئے
بکواس ان کی سن کے شیاطین رو پڑے
رویا جو ایک سب کو رلاتے چلے گئے
نوکر نے آج چائے کے دریا بہا دیئے
دریا سمندروں میں سماتے چلے گئے
الماریوں میں سہم گئے بسکٹوں کے ٹن
چن چن کے ایک ایک کو کھاتے چلے گئے

کھانے کی چیزیں نادر و نایاب ہو گئیں
دلی کا قتلِ عام مچاتے چلے گئے

شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے آ کے میز پر
جو چیز لی وہ چباتے چلے گئے

جیسے پولیس میں پکڑتا ہے چور کو
ہر شے پکڑ کے پیٹ میں لاتے چلے گئے

انجن کی طرح منہ سے اگلتے رہے دھواں
اور سگرٹوں کی راکھ گراتے چلے گئے

ہر سمت پھینک پھینک کے ماچس کی تیلیاں
کوڑے کا فرش گھر میں بچھاتے چلے گئے

کمرے میں گھومتے ہوئے کیچڑ بھرے وہ بوٹ
قالین کے نصیب جگاتے چلے گئے

دیواروں سے ملتے رہے چیڑے ہوئے وہ سر
"ہر نقش ماسوا کو مٹاتے چلے گئے"

آوازیں "اخ تھو خ" کی ہوتی رہیں بلند
سوئے ہوئے گلوں کو جگاتے چلے گئے

کوئی کتاب اپنے ٹھکانے نہ رہ سکی
ہندی کو فارسی میں ملاتے چلے گئے

اخباروں کی وہ دھجیاں بکھیریں کہ کیا کہوں
اب ان سے وہ نگاہ کے نلنے چلے گئے

دیواریں وہ نہیں رہیں وہ در نہیں رہا
جس گھر پہ مجھ کو ناز تھا وہ گھر نہیں رہا

بیوی کی سہیلیاں

آئی جو ایک اور بھی آتی چلی گئیں
چھوٹے سے ایک گھر میں سماتی چلی گئیں

بچوں کی فوج لے کے ہوئیں گھر پہ حملہ زن
ہم "دشمنوں" کے ہوش اڑاتی چلی گئیں

غنچہ دہن اگلتے رہے دودھ بار بار
یہ بار بار دودھ پلاتی چلی گئیں

ننھوں نے ڈرائنگ روم میں دریا بہا دیئے
دریاؤں میں یہ بند لگاتی چلی گئیں

بچوں نے چھیڑے ناک سے نغمے سُڑ سُڑ
ناکیں پکڑ کے "چھوں" یہ کراتی چلی گئیں

دیوار پر جہاں بھی سفیدی نظر پڑی
گتھے کے پھول اس پہ بناتی چلی گئیں

اوراق ہر کتاب کے الٹے لگا کے ٹھوک
پیکوں کی مہر ان پر لگاتی چلی گئیں

کھینچے انہوں نے آکے میرے "ریڈیو" کے کان
چاروں طرف سے اس کو بجاتی چلی گئیں

کھانے میں نقص انہوں نے نکالے ہزارہا
ہر ناپسند چیز کو کھاتی چلی گئیں

بولی جو ایک "کائیں" تو سب بولی "کائیں کائیں"
پھر "کائیں کائیں کائیں" سناتی چلی گئیں

اس گھر میں آ کے کھلنے لگے سب گھروں کے راز
پردے پڑے ہوئے تھے اٹھاتی چلی گئیں

ہر ایک کا تھا یاد انہیں شجرۂ نسب
ہے کون کس کا باپ؟ بتاتی چلی گئیں

ہمسایوں کے سر کی حجامت کے بعد بھی
قینچی زبان کی یہ چلاتی چلی گئیں

ہر سال ان کی عمر گھٹی چار پانچ سال
ہر سال "عمرِ غیر" بڑھاتی چلی گئیں

دلہن کی طرح گھر تھا ہمارا سجا ہوا
بیوہ کی طرح اس کو مٹا کر چلی گئیں

رو رو کے آج مانگ رہا ہوں یہی دعا
اس گھر میں یہ بلائیں نہ پھر آئیں اے خدا

سسرال کی جیل

(ایک قیدی بہو کی فریاد)

کیا لکھوں اتی آپ کے خط کے جواب میں
کب سے ہوں کیا بتاؤں جہانِ خراب میں
سسرال والوں نے مجھے ڈالا عذاب میں
یوں دب گئی ہوں جیسے ورق ہو کتاب میں
جمنا کی موج رہ نہیں سکتی چناب میں
میں ہوں "سمند ناز" پہ پا بہ رکاب میں
کل مجھ سے سچ کہا چچا غالب نے خواب میں
"جلتی ہے خوئے ساس سے نار التہاب میں"

لیوے نہ میرا نام ”ستم گر“ کہے بغیر
سوتی نہیں کبھی مجھے ”کافر“ کہے بغیر
کہتی ہے آگئی مرے گھر پر کہے بغیر
بستر بچھا دیا مرے در پر کہے بغیر
آفت یہ آگئی مرے سر پر کہے بغیر
کیوں روز مجھ سے لیتی ہے ٹکر کہے بغیر
کیوں ڈالتی ہے چائے میں ”شکر“ کہے بغیر
میں تجھ کو کھینچ ماروں گی پتھر کہے بغیر
پتھر جو ماروں میں تو نہ رونا جواب میں
رہ ایسے جیسے پاؤں رہے ہے خراب میں

ہنستی ہوں جب ذرا ”رخِ دلدار“ دیکھ کر
روتی ہے میری ہمتِ دیدار دیکھ کر
جلتی ہے میری تابشِ رخسار دیکھ کر
کڑھتی ہے میری چلبلی رفتار دیکھ کر
ہنستی ہوں میں یہ ساس کے اطوار دیکھ کر
جیسے شہید ہنستا ہے تلوار دیکھ کر

یہ ساس ہے کہ شمر چھپا ہے نقاب میں
اللہ کسی کو ساس نہ دیوے شباب میں

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
سوتی ہے وہ سنبھالتی ہوں سارے گھر کو میں
بلّو کو چپ کراؤں کہ ماروں قمر کو میں
فرشِ زمین دھوؤں کہ مانجوں گگر کو میں؟
کیوں اپنا گاؤں چھوڑ کے آئی نگر کو میں
رو رو کے یاد کرتی ہوں مادر پدر کو میں
دِکھتی ہے ساس ہی مجھے دیکھوں جدھر کو میں
ہر اک سے پوچھتی ہوں کہ دیکھوں کدھر کو میں
نازو ادا سے تھام کے اپنی کمر کو میں
جب اپنے دُکھ سناؤں قمر کے پدر کو میں
کہتے ہیں "دیکھ آگ لگا دوں گا گھر کو میں"
سنتا نہیں ہوں دکھڑے کسی کے سحر کو میں
گھائل کروں گا دل کو نہ زخمی جگر کو میں
اے کاش جانتا نہ تیری رہگزر کو میں

اچھا یہی ہے ڈھونڈ لے راحت عذاب میں
اماں کا ذکر کفر ہے میری جناب میں

دیوروں سے بھی ہیں بڑھ کے میری دیورانیاں
پیپر میں چھاپ دوں گی میں ان کی کہانیاں

"پچھلی طرف کو پاؤں" ہیں ان کی نشانیاں
چولھے میں جائیں ان کی یہ ظالم جوانیاں
کرتی ہیں راج گھر پہ یہ شیطان کی نانیاں
اس گھر میں نٹ ہیں جیسے گھڑی کی کمانیاں
جادوگروں سے سیکھ کے جادو بیانیاں
کرتی ہیں مجھ غریب پہ یہ ظلم رانیاں
کیا لکھوں ان کی مجھ پہ ہیں کیا مہربانیاں
ہر بات میں دکھاتی ہیں نکتہ دانیاں
اک دو نہیں خیر سے چودہ ہیں رانیاں
شام و سحر یہ کرتی ہیں ریشہ دوانیاں
رہتی ہوں رات دن میں اسی پیچ و تاب میں
پہنچا دیں سائنس دان انہیں ماہتاب میں

نندوں کی ہر نگاہ جگر تک اتر گئی
اپنے خسر کی ڈانٹ میں سنتے ہی ڈر گئی
پہلی بہو تو خیر سے اللہ کے گھر گئی
ہنس ہنس کے جینے آئی تھی رو رو کے مر گئی
آئی تیسری بھی اگر میں گزر گئی
"اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

کہتے ہیں تڑکے تڑکے ،، بہو کیا تو مر گئی
اٹھو بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

دیور ہیں یا کہ زہر بلا ہے گلاب میں
جیٹھوں کا ذکر بھول گئی اضطراب میں

دو ہمسائیاں

شکیلہ ۔ تمہارے بچے ہماری بلی کی دُم پکڑتے ہیں اُن کو ڈرو کو
تمہارے مرغے ہماری چھت پہ اذان دیتے ہیں ان کو لو کو

عقیلہ ۔ تمہارا بکرا ہمارے آنگن میں آ گھسا تھا بلا کے ڈاڑھی
دو ہتڑوں سے اسے بھگایا وہ جا رہا تھا اٹھا کے ساری

شکیلہ ۔ تمہاری بچی ہماری نانی کو "پوپلی" کہہ کے بھاگ جائے
تمہارا بچہ ہمارے نانا کو "غنڈہ" کہہ کہہ کے منہ چڑائے

عقیلہ ۔ تمہارا کتا کچن میں گھس کے ہمارا سب دودھ پی گیا ہے
جوانی پیتے کو کیا کہوں میں ابھی ابھی کھا کے گھی گیا ہے

شکیلہ ۔ میں جانتی ہوں کہ میرے کتے کو اس پہ تو نے بھی کیا سزا دی
زباں سنبھال اپنی ورنہ جھاپڑ میں تجھ کو دوں گی حرامزادی

عقیلہ۔ حرام زادی تو وہ تھی جس داشتہ نے تجھ کو جنم دیا تھا
کلال زادی تھی، مال زادی تھی جس نے رشتہ تیرا لیا تھا

شکیلہ۔ تیرا جیسی باپ تیری اماں کو ناگ پور سے بھگا کے لایا
گیا جو پکڑا تو میرا سسرا ہی کلموہے کو چھڑا کے لایا

عقیلہ۔ تمہارا سسرا وہی جو بھیڑیں کسی زمانے میں ہانکتا تھا
ہماری اماں کو روز چھپ چھپ کے اپنی کھڑکی سے جھانکتا تھا

شکیلہ۔ تمہارا شوہر بھی چھپ کے کھڑکی سے روز بندی کو جھانکتا ہے
وہ روز کھڑکی کے پاس کیوں مٹن قیصوں میں ٹانکتا ہے؟
گنے تھے کل ہی لکھے جو اس نے وہ عشقیہ خط ہیں پورے گیارہ
دکھاؤں گی سب کو آج یہ خط پڑھے گا ان کو محلہ سارا

عقیلہ۔ اری بہن!... آپا... کیا یہ سچ ہے؟ میری خطائیں معاف کر دو
بہن بہن سے لڑی تو کیا ہے جو دل میں ہے میل صاف کر دو
ہیں کتنی باتیں سنا رہی تھی زبان خاموش تھی تمہاری
قسم خدا کی بتاؤں کیسے ہو تم مجھے جان و دل سے پیاری
تم اپنے گھر میں مجھے بلانا میں چھپ کے دیکھوں گی سب نظارہ
جو وہ اشارے کریں گے تم کو ہوا کر دوں گی میں عشق سارا
ابھی میں آتی ہوں میری پیاری رومال میں باندھ کر مٹھائی
ذرا مجھے بھی وہ خط پڑھانا کہ جن میں الفت گئی جتائی

تمہارا کتا ادھر جو آئے نہ روکو معصوم جانور ہے
وہاں جو کھائے یہاں بھی کھائے کہ یہ گھر بھی آخر اسی کا گھر ہے
تمہارا بکرا ہمیں ہنساتا ہے گھر میں آ کے ہلا کے ڈاڑھی
میں پیار سے روک دوں گی اس کو اگر وہ میری اٹھائے ساڑی

٭٭٭

جلال زادہ

سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں
تیرے رونے سے بہت تنگ آگئی ہے تیری ماں
مت اکڑ، چپکے سے سو جا، کلے کالے میرے لال
نوچ ڈالوں گی میں ورنہ تیرے لمبے لمبے بال
تو ہے اک ڈاکو کا بیٹا تو نہیں رو میری جان
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں
دیکھ تیرے سامنے دس من کا جو صندوق ہے
اسکے پیچھے کارتوسوں سے بھری بندوق ہے
اس سے آگے کیا کہوں؟ کھلوا نہیں میری زبان
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں

ایک دن کا ذکر ہے روتی تھی میں سوتی نہ تھی
باپ تیرا چپ کراتا تھا میں چپ ہوتی نہ تھی
توڑ ڈالیں اس نے اِک مُکے سے میری پسلیاں
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

جب گھروں میں کودتا ہے وہ کسی دیوار سے
قفل کھل جاتے ہیں ڈر کر اس کی اِک للکار سے
سہم کر ہر چیز کہتی ہے "اجی میں ہوں یہاں"
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

بن میں سب شیر ببر اس سے کہیں بعد از سلام
حکم دیجے کس کو پھاڑیں آپ کے ادنیٰ غلام؟
آپ کے بچے شہنشاہوں کی کر دیں بوٹیاں"
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

"پھو" کرے تو چاند کا دیپک بجھا سکتا ہے وہ
"تھو" کرے تو آگ ساگر میں لگا سکتا ہے وہ
اس کو غصہ آئے تو الٹی بہا دے ندیاں
سوجا ہیبت خاں کے پوتے سوجا چیخم دھاڑ خاں

ہاتھیوں کے شوخ بچے بن میں جب سوتے نہیں
اور رہیں دب کے جب روتے ہیں چپ ہوتے نہیں

سن کے اس کا نام کر دیتے ہیں بند اپنی فغاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں
زیوروں کی بوریاں اونٹوں پہ لے کر آئے گا
آج نوٹوں سے لدے چھکڑے وہ گھر میں لائے گا
میں اکیلی جان اتنے نوٹ رکھوں گی کہاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں
وہ اٹھی آندھی وہ سہمے گھر کے سب دیوار و در
اڑ گئے شاخوں سے کوے شاید آتا ہے وہ گھر
پونچھ لے جلدی سے آنسو گر ہے پیاری تجھ کو جاں
سو جا ہیبت خاں کے پوتے سو جا چیخم دھاڑ خاں

جمال زادہ

میرے ننھے چاند مت رو میرے شاہزادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
تیرا باپ میرے گھر سے مجھے ورغلا کے لایا
ہوا داخل جہنم جو مجھے بھگا کے لایا
تھا جمال نام اس کا اے جمال زادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
مجھے لوٹنے کو جس نے کیا روز مجھ سے دنگا
نہیں اب وہ آنے والا گیا بھاگ وہ لفنگا
جسے میں کبھی نہ بھولوں تو اسے بھلا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا

وہ کواڑ بند کر کے مجھے روز پیٹتا تھا
کبھی مثل چارپائی وہ مجھے گھسیٹتا تھا
تو اگر ہے میرا بیٹا اسے بد دعا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سوجا
میری چٹیا اس نے کاٹی میری ٹانگ اس نے توڑی
میرا کون ہے جہاں میں کہاں جاؤں میں نگوڑی
جو میں کر چکی ہوں اس کی نہ مجھے سزا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سوجا
وہ جو عاشقی کے دن تھے وہ کبھی کے کٹ چکے ہیں
میرے بک چکے ہیں زیور میرے کپڑے پھٹ چکے ہیں
کہیں میری آہِ سوزاں نہ تجھے جلا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سوجا
نہ لبوں پہ اب ہے سرخی نہ وہ منہ پہ اب ہے غازہ
لئے جا رہی ہے قسمت میرے عشق کا جنازہ
کہیں حادثہ یہ پاگل نہ تجھے بنا دے سوجا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سوجا
مجھے کون آسرا دے میں ہوں شہر میں اکیلی
نہ مرا عزیز کوئی نہ مری کوئی سہیلی

میرے غم کو میرے دکھ کو تو ہی آسرا دے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا
ارے سو نہیں تو دوں گی تیرے منہ پہ ایک تھپڑ
کہیں پھینک دوں گی باہر تجھے مار کر دو ہنٹر
اے سؤر کے بچے مت رو اے حرامزادے سو جا
تیری ضد کہیں اے ظالم نہ مجھے رلا دے سو جا

چاچا رحیم اللہ

"مجھے روکا ہے کیوں؟ کیا بات ہے چاچا رحیم اللہ"
"اری یہ پوچھنا تھا آج کیسا ہے کریم اللہ؟"
"کریم اللہ تو کہتا تھا چچا سے مل کے آیا ہوں"
"اری اب بیٹھ بھی نا آ اِدھر کیا میں پرایا ہوں؟"
"چچا جانے دو، زیبو تاک میں ہر وقت رہتی ہے"
"بہت آتا ہے غصہ تو چچا کیوں مجھ کو کہتی ہے"
"جو کہنا ہے ذرا جلدی کہو اب مجھ کو جانا ہے"
"تیرے ہونٹوں پہ ظالم ہر گھڑی کوئی بہانا ہے"
"اوئی اللہ اتنے آئے ہو تم تو ہانپا پانی پیو"
"او ظالم بیٹھ جا بس دو منٹ اس چارپائی پہ

"ارے چھوڑو کلائی توبہ چوڑی ٹوٹ جائے گی"

"میرا منہ میٹھا کرتی جا، کلائی چھوٹ جائے گی"

"میں رو دوں گی مجھے چھوڑو، چچی کو جا کے پکڑو نا"

"چچی چولھے میں جائے، پیاری تو مجھ سے اکڑو نا"

"ارے میں مر گئی توبہ چچی وہ آ گئی چھوڑ دو"

"گئی ہرنی میاں اب بیٹھ کر تم اپنا دل جوڑو"

انہیں راہوں میں بیٹھا روز حقہ گڑگڑاتا ہوں

سوا اس کے تصور کے میں سب کچھ بھول جاتا ہوں

میرے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار

یہ آرزو ہے کہ ہشیار رہوں ہزاروں سال
قیامت آئے تو بیگم مجھے جگا دینا

✣

کہا نہ ہمسائی سے میری چغلیاں یار
میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں مگر سویا نہیں

✣

تکیے پہ شب کو پانی چھڑک کر میں سو گیا
وہ سمجھیں ان کے ہجر میں رویا تمام رات

✣

پانچ چھ تکیوں کو پھیلا کر اڑھا دو اک لحاف
بھاگ جاؤ ، بیویاں سمجھیں گی شوہر گھر میں ہے

٭

کوشش کروں ہزار نہ آئے گی مجھ کو نیند
تکیہ ہے نرم ، بیوی کا برتاؤ سخت ہے

٭

خدایا کون یہ تکیے پہ میرے لکھ گیا آکر
"ترا سر رنجِ بالیں ہے ، ترا تن بارِ بستر ہے"

سہیلی اِن کی آجائے تو سمجھو عید ہے ان کی
بگڑ جاتی ہیں جب ہم دوستوں کو گھر بلاتے ہیں

نہیں جاتیں کبھی باورچی خانے میں یہ بھولے سے
کماتا ہے بہت آقا، مزے نوکر اڑاتے ہیں

بہانہ کر کے دردِ سر کا اکثر لیٹ جاتی ہیں
نہ ہو نوکر اگر گھر میں، تو ہم چائے بناتے ہیں

ہے اِن کا کام رونا، پان کھانا یا بگڑ جانا
کریں کیا بادلِ ناخواستہ ان کو مناتے ہیں

خدایا آج کے شوہر ہیں یا معصوم بچے ہیں
ذرا سا گھور دے بیوی، تو جھٹ یہ سہم جاتے ہیں

یہ جب روتی ہیں ہم اپنے کلیجے تھام لیتے ہیں
سیاہی چوس لے کر ان کے آنسو ہم سکھاتے ہیں

حجامت روز کر دیتی ہیں یہ غصے کی قینچی سے
غنیمت ہے کہ اپنی شیو تو ہم خود بناتے ہیں

اذاں جب مرغ دیتا ہے سمجھتی ہیں یہ لوری ہے
انہیں مرغے سلاتے ہیں، ہمیں مرغے جگاتے ہیں

چلے جاتے ہیں کھا کر روکھی سوکھی اپنے دفتر کو
بچارے مرد سب رو رو کے اپنے دن بتاتے ہیں

بروز حشر جیسے بھی ہیں شوہر بخشے جائیں گے
سدا جو بیویوں کے ظلم سہہ کر مسکراتے ہیں
کبھی آزاد تھے ہم ہائے اس قیدِ غلامی سے
وہ دن کتنے تھے اچھے، ہائے وہ دن یاد آتے ہیں

دستکِ نیم شب

کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول
اے مری روٹھی ہوئی بیوی ذرا منہ سے بول

رات کو دیر سے آنا میری عادت ہی سہی
میرا ہر عیب چھپانا تیری فطرت ہی سہی
میری راحت کیلئے تھوڑی سی زحمت ہی سہی
حرف الفت نہ سہی حرف ملامت ہی سہی

شیریں آواز کا کانوں میں میرے لب رس گھول
کھٹ کھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

شک نہ کر مجھ پہ مری جان سے پیاری ممتاز
پڑھ رہا تھا کسی مسجد میں تہجد کی نماز

ایک ہی صف میں کھڑے تھے وہاں محمود وایاز
نہ کوئی بندہ وہاں تھا نہ کوئی بندہ نواز

میرے ہی گھر سے نہ کر ہائے میرا بستر گول
کھٹکھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

پھول اک روز تیرے پیار کے توڑے میں نے
کھائے والد سے تیرے عشق میں کوڑے میں نے
مرمریں ہاتھ تیرے پھر کبھی نہ چھوڑے میں نے
بحر سسرال میں دوڑا دیئے گھوڑے میں نے

اپنے ماضی کی ترازو میں ذرا مجھ کو تول
کھٹکھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

"عشرتِ بیوی" ہے شوہر میں فنا ہو جانا
نہ کہ ہر بات میں شوہر سے خفا ہو جانا
یک بیک رحم و مروت کا ہوا ہو جانا
یاد آیا ہمیں بیوی کا خدا ہو جانا

پر خدا کو بھی نہیں بندوں پہ اتنا کنٹرول
کھٹکھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

تجھ کو میری ہی قسم ختم کر اب تو یہ سوانگ
رات کو کھیل نہ غصے کی یہ پیاری پنگ پانگ

اونچی دیوار سے کودا تو سرک جائے گی ٹانگ
مجھ سے پہلی سی محبت میری تمنا نہ مانگ
اور بھی فکر ہیں بیوی کی محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں بیوی کی راحت کے سوا

کیسے کر سکتا ہوں دن رات میں مجنوں کا رول
کھٹکھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

"آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک"
کھٹکھٹاتا ہی رہوں گا میں سحر ہونے تک
"دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک"
میں بھی جیتا ہوں محلے کو خبر ہونے تک

آج اتر جائے گا شاید میری عزت کا خول
کھٹکھٹاتا ہوں بہت دیر سے دروازہ کھول

اچھا جاتا ہوں مجھے دل سے بھلا دینا تم
یاد بھی آؤں تو دو اشک بہا لینا تم
میری تصویر کو سینے سے لگا لینا تم
ختم راشن ہو تو بنئے سے منگا لینا تم

آج نادم ہوں کہ کیوں تم سے پڑھائے دو بول
اب نہیں تم سے کہوں گا کبھی، دروازہ کھول،

مثنوی قہر عشق

(۱)

ایک لڑکا، لڑکیاں، اپنی سدا — گاؤں کے باہر، نچایا، کرتا تھا
ایک دن سوجھی شرارت یہ اسے — ایک لڑکی سے محبت وہ کرے
چڑھ کے اک ٹیلے پہ چلانے لگا — "عشق آیا عشق آیا دوڑنا"
گاؤں والے سن کے یہ گھبرا گئے — اس بچارے کی مدد کو آ گئے
سب نے شادی اس کی کر دی ایک سے — لگ گیا وہ ان میں سب سے نیک سے
شہر میں ساتھ اپنے اس کو لے گیا — گاؤں کو داغ جدائی دے گیا
وہ تھی موج حسن یہ موج شراب — چینی کی گڑیا دیا اس کو خطاب
مست تھے وہ سب دلہن کی چاہ میں — سب کے سب آنکھیں بچھاتے راہ میں
رات دن دولہا نے دی جب داد عشق — ایک دن پیدا ہوئی اولاد عشق

عظمت اللہ خاں رکھا بچے کا نام
ماں کی گودی میں تھا بچہ شادکام

(۲)

وہ تھا دولہا اور دلہن تھی یہ کنیز — تتلی تپلی شوخ کومل اور دبیز
کچھ زمانہ خوب خوشیوں میں کٹا — ٹانگ ہی ٹوٹی نہ میرا سر پھٹا
آخرش بندی سے وہ اکتا گئے — میرے گردش میں ستارے آ گئے
روز مجھ پر سختیاں ہونے لگیں — سرمئیں آنکھیں میری رونے لگیں
چلبلی کی گڑیا وہ ڈائن بن گئی — آم کی ڈالی بجاگن بن گئی
آج ہنگامہ سا گھر میں ہو گیا — جاگ کر میرا نصیبہ سو گیا
رکھ کے سب شرم و حیا بالائے طاق
آج اس بندی نے لی ہے طلاق

(۳)

صبح یہ کتنی عظیم الشان تھی — چھ تھے وہ اور میں اکیلی جان تھی
تڑکے تڑکے جب چھڑا گھر میں فساد — میں بھی بولی دل میں، "ہرچہ بادہ باد"
میری ننڈوں نے مجھے رنڈی کہا — دیوروں نے مجھ کو بگڈنڈی کہا
جیٹھ جب بولے کہ تو کتے کی دم — میں، نچا کر ہاتھ بولی، "ہو گے تم۔"

ساس کے زیرِ زنخداں تھی چھڑی
نرگس آسا تھی وہ آنگن میں کھڑی

گھور کر اس نے کہا مجھ سے کہ "ہائیں"
ٹھیر جا لیتی ہوں میں تیری بلائیں

پہلے آلیٹی وہ آتش کی طرح
بعد میں برسی وہ بارش کی طرح

گالیوں کی ہر طرف "بوچھاڑ" تھی
اک ذرا گھونگھٹ کی تھوڑی آڑ تھی

دستِ شفقت مجھ پر جب پھرنے لگے
ٹپ ٹپ آنسو آنکھ سے گرنے لگے

جب مرے لے کے لتے تھک گئی
کولے مٹکاتی وہ بیٹھک تک گئی

ہانپ کر بولی کہ بیٹا المدد
لے کے ڈنڈا آ گئے عبدالصمد

مجھ پہ وہ ڈنڈا پھرا پھر اس طرح
کاغذی لکڑی پہ رندا جس طرح

میری چیخوں کی بجیں شہنائیاں
کھڑکیوں میں آ گئیں ہمسائیاں

سب "مجاہد" رن میں کچھ ایسے ڈٹے
چوڑیاں ٹوٹیں میرے کپڑے پھٹے

تھام کر بازو گھماتے وہ رہے
جسم کی پھرکی پھراتے وہ رہے

میں نگوڑی ہو گئی جب ادھ موئی
فرش پر غش کھا کے اک دم گر پڑی

ہو گئے "وہ" چارپائی پر دراز
گاڑ دی بندی پہ چشمِ نیم باز

منہ میں اپنے ٹھونس کر حقے کی نے
کش لگائے چند انہوں نے پے بہ پے

بولے مجھ سے "اور بھی کچھ لیجئے!"
میں یہ بولی "ہاں وہ پرزہ" دیجئے

جھٹ انہوں نے ہاتھ میں دیدی طلاق
"عظمت اللہ" بولے "ہاں ہاں وہ بھی عاق"

(۵)

عارضوں پہ تھپڑوں کی لالیاں
جن میں لاکھوں ملی ہیں گالیاں
گھر کے دروازے پہ بندی ہے کھڑی
اور کٹی چٹیا ہے آنگن میں پڑی
ٹھنڈا پانی پی کے کچھ تھرماس کا
آخری بوسہ لیا ہے ساس کا
ٹانگہ یا ٹم ٹم ابھی منگواؤں گی
خیر سے میکے چلی اب جاؤں گی
ساتھ میرے عظمت اللہ خان ہے
لب پہ کُلُّ مَنْ علیہا فان ہے

ڈرامہ شیریں فرہاد

فرہاد:۔ مرے دل کی دھڑکن مری شاہزادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی
لباسِ حسیں تیرا یوں جگمگائے
چمک دیکھ کر اس کی قمر سہم جائے
گلستاں میں بلبل ترے گیت گائے
کلی تیرے لب کا تبسم چرائے
ترے عشق نے آگ مجھ کو لگادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی

شیریں:۔ یہ جی چاہتا ہے کہ اب مسکرا کے
پیش دوں یہ ہیرے یہ موتی اٹھا کے
میں دل میں چراغِ محبت جلا کے
رہوں گی ترے ساتھ کٹیا میں آ کے

اگرچہ ہوں محلوں میں رہنے کی عادی
مری آرزوؤں نے تجھ کو صدا دی

ایکسٹرا اسپلائیر:۔ رہی ہر ہوس ہوئی ختم سینہ فگار رد
یہ ہیرے یہ موتی یہ کپڑے اتار دو
وہی پھر غریبی وہی نامرادی

شیریں:۔ مرے آگے الفت کا دامن نہ پھیلا
پہن گندے موزے، اٹھا کوٹ میلا
یہ لے اپنی بیڑی، یہ لے اپنا تھیلا
پٹخ دے یہ مخمل پہن لے یہ کھادی

ایکسٹرا اسپلائیر:۔ یہ فی الحال تم دو روپے لے کے جاؤ
رسید اس رقم کی ابھی دے کے جاؤ
بہت چار سو بیس کے تم ہو عادی

شیریں:۔ چلو دو روپے لے کے اب مسکرائیں
فرہاد:۔ بہت دن سے بھوکے ہیں راشن منگائیں
شیریں:۔ جو ٹھنڈے پڑے ہیں وہ چولھے جلائیں
فرہاد:۔ محبت کے یہ گیت، چولھوں میں جائیں
کہ فاقوں نے بنیاد الفت ہلا دی

مانگے کی کتابیں — واپسی پر

"کلامِ حالی" پہ گھی کی تھالی رکھی رہی تھی معاف کیجئے
پھر اس پہ اک دن دوات میری الٹ گئی تھی، معاف کیجے

کلامِ داغ" آہ کتھے چونے کے پیارے داغوں سے بھر گیا ہے
اور اس میں سے اک حسین غزل میں نے پھاڑلی تھی، معاف کیجے

"کلامِ غالب" پہ غالب آئی تھی میرے بچوں کی بدتمیزی
ورق ورق ہو کے ہر غزل ان میں بٹ گئی تھی، معاف کیجے

"کلامِ آزاد" جلد سے اپنی آج آزاد ہو گیا ہے
کہ اس پہ نندوں میں چھینا جھپٹی ہو گئی تھی، معاف کیجے

"کلامِ آتش" باورچی خانے میں لے گئی تھی، میری پڑوسن
سرورق پہ حساب بننے کا لکھ گئی تھی، معاف کیجے

"فسانۂ میر" پہ ذرا کھیر گر گئی تھی، نہ آہیں بھریئے
وہ کھیر جھٹ میں نے اپنے دامن سے پونچھ دی تھی، معاف کیجے

"انیس کے مرثیوں" پہ آنسو میرے گرے تو ورق پسیجے
لگا کے آنکھوں سے ان کو شاید میں رو پڑی تھی، معاف کیجے

وہ "بالِ جبریل" کھو گئی، لے گئے ہیں شاید اسے فرشتے
سنبھال کر ورنہ طاقِ نسیاں پہ رکھی تھی، معاف کیجے

"کلامِ اکبر" کو میرے اصغر نے چار آنے میں بیچ ڈالا
زیادہ پیسے نہیں ملے چونکہ پھٹ گئی تھی، معاف کیجے

وہ "شعلہ و شبنم" ایک مزدور مجھ سے یہ کہہ کے لے گیا تھا
کہ "جوش" نے یہ کتاب میرے لیے لکھی تھی، معاف کیجے

"بہارِ اختر" کو میرا اختر نہ پھینک آیا ہو وادیوں میں
کتاب یہ اس نے ننھی سلمیٰ سے چھین لی تھی، معاف کیجے

وہ "نقشِ فریادی" ردی چلدی کہ ردی اس کو پسند آیا
ہمارے گھر میں بہت ترقی نہ کر سکی تھی، معاف کیجے

"کتابِ راشد" تو قافیوں کی تلاش میں آج گھر سے چلدی
میں کیا کہوں، یہ بہت ہی آزاد ہو گئی تھی، معاف کیجے

"کلامِ چرکین" پہ ایک دھبہ نہیں لگایا ہے دیکھ لیجے
کتاب یہ آج ہم نے وضو کر کے پڑھی تھی، معاف کیجے

بہت حفاظت سے لائی ہوں یہ کتابیں اپنی سنبھال لیجے
میں پڑھ چکی "نظم" نثر والیوں سے مجھ کو نکال دیجے

دو حرام زادے

پہلا شرابی۔ زمانہ گردش میں جھومتا ہے نشیلے نگاہوں کو آرہے ہیں
وہ ہاتھ زندہ رہیں خدایا جو مجھ کو وسکی پلا رہے ہیں

دوسرا شرابی۔ جناب کیا آپ ہوش میں ہیں؟ اگر ہے ایسا تو اور پیجے
شراب خانے میں آئے ہیں تو خودی کو غرقِ شراب کیجے

پہلا شرابی۔ نشہ بہت ہوگیا ہے صاحب نہ اور دیجے شراب مجھ کو
کہ اک بڑا سانپ لگ رہا ہے یہ لمبا لمبا کباب مجھ کو

دوسرا شرابی۔ کباب تو بہترین ملتے ہیں شام کو میرے گھر کے آگے
اور اتنے خستہ کہ ٹوٹ جائیں اگر نہ لیٹے ہوں ان پہ دھاگے

پہلا شرابی۔ پتہ جناب اپنے گھر کا اس خاکسار کو بھی بتایئے گا

دوسرا شرابی۔ یہ کارڈ میرا ہے بھائی صاحب! ضرور تشریف لایئے گا

پہلا شرابی۔ اٹھارہ نمبر؟ نظام منزل؟ یہ میرے گھر کا پتہ ہے صاحب

دوسرا شرابی۔ منگا دوں ٹیکسی؟ بہت نشہ آپ کو اگر ہو گیا ہے صاحب

پہلا شرابی۔ نشے میں کوئی بھی اپنے گھر کا پتہ نہیں بھولتا ہے مسٹر

دوسرا شرابی۔ بہت سی پی لے تو ہاں نہیں تک کو بالیقیں بھولتا ہے مسٹر

پہلا شرابی۔ میرے مکرم! یقین کر لو، بہک گئے ہو نشے میں گم ہو

دوسرا شرابی۔ تو گویا طلعت کے نام پر جو مکاں ہے اس کے مکین تم ہو

پہلا شرابی۔ قسم خدا کی اٹھارہ نمبر نظام منزل مرا مکاں ہے

دوسرا شرابی۔ کرایہ دیتی ہے اس کا طلعت تو کہہ رہا ہے ترا مکاں ہے

پہلا شرابی۔ نشے میں کہتا ہوں صاف تجھ سے بہت ہے طلعت کو پیار مجھ سے

دوسرا شرابی۔ زباں کو دے لگام ورنہ تو آج کھائے گا مار مجھ سے

پہلا شرابی۔ جو ہاتھ مجھ پر کبھی اٹھایا، طلاق لے لے گی تجھ سے طلعت

دوسرا شرابی۔ وہ تجھ کو سینڈل سے پیٹ دے گی کہ عشق کرتی ہے مجھ سے طلعت

پہلا شرابی۔ اگر تجھی سے وہ عشق کرتی گلے لگاتی نہ وہ مجھے بھی

دوسرا شرابی۔ ابھی جہنم میں بھیجتا ہوں، ترے نشے کو بھی اور تجھے بھی

پہلا شرابی۔ گلا پکڑ مت! ہٹا لے اپنے یہ ہاتھ گز بھر کے، یہ کالے کالے

دوسرا شرابی۔ تباہ کر دوں گا، مار ڈالوں گا، میں نہ چھوڑوں گا تجھ کو سالے

پہلا شرابی۔ اٹھارہ نمبر نظام منزل میں بول بیٹا کبھی گھسے گا؟

دوسرا شرابی۔ تمہاری ماں کو گلے لگانے تمہارا یہ باپ ابھی گھسے گا۔

پہلا شرابی ۔ کمینے کتے پھٹے گریباں، رذیل پاجی، پھٹی وہ ٹمانی،"

دوسرا شرابی ۔ شوء کے بچے، گلاس توڑے، حرام زادے دگری تپائی،

شراب چھینی، کھٹاک گھونسے دھڑام پٹخم دھپا دھپ چل رہے ہیں

گلے پھلائے، دمیں اٹھا کے یہ دونوں مرغے اچھل رہے ہیں

تیسرا شرابی ۔ حسیں ہے موسم، سماں ہے رنگیں، لڑو نہیں بھائی باز آؤ

اے او بیرا یہ کیا ہے گڑبڑ؟ یہ مر نہ جائیں انہیں چھڑاؤ

بیرا ۔ جناب یہ دونوں باپ بیٹے ہیں، بھول جاتے ہیں روز پی کر

یہ دونوں رہتے ہیں ایک ہی گھر میں غل مچاتے ہیں روز پی کر

تیسرا شرابی ۔ اجی وہ طلعت کا کیا ہے قصہ؟ جو بن گئی زیب داستاں ہے

بیرا ۔ اجی وہ ہے ایک نیک عورت جو "اس" کی بیوی اور "اس" کی ماں ہے

بورڈ آف انٹرویو

کتا کیوں اپنی دم دباتا ہے؟
کتنے میں ایک بندر آتا ہے؟
آسماں پہ ستارے کتنے ہیں؟
شہر میں غم کے مارے کتنے ہیں؟
ٹھوبڑی پور میں کتنے مالی ہیں؟
شہر میں کے مکان خالی ہیں؟
آج کیا بھاؤ ہے تماشے کا؟
کیٹس کا وزن کتنے ملے تھا؟
لانگ فیلو کی کتنی ٹانگیں تھیں؟
صبح مرغے نے کتنی بانگیں دیں؟

اردو ناول میں کیا جھکاؤ ہے؟
کیوں نئی شاعری میں تناؤ ہے؟

شاعری کے ہیں کتنے امکانات؟
اس پہ نقلیوں کے کیا ہیں احسانات؟

ذوق کتنے روپے کماتا تھا؟
اپنی بیوی سے کیوں چھپاتا تھا؟

مرزا غالب کے کتنے بچے تھے؟
کتنے جھوٹے تھے کتنے سچے تھے؟

آ کے محمود سترہ حملوں میں
کون شے لے گیا تھا گملوں میں؟

کچھ کہو آلوؤں کے بارے میں
کچھ کہو بھالوؤں کے بارے میں
کیوں ہمیں دیکھ کہ ہو تم گم سم!
الوؤں سے کبھی ملے ہو تم؟

مریدانِ باصفا

(۱)

یہاں سے "پیر صاحب" اب نہ جانا
خدارا یہ ستم ہم پر نہ ڈھانا

مسلماں تم ہو ہم بے دین کافر
تمہیں اول ہمارے، تم ہی آخر

بہت ہی دور ہیں اسلام سے ہم
نہیں مانوس ابھی اس نام سے ہم

سمجھ لو کافروں کی ہے یہ بستی
یہاں تم سی نہیں ہے کوئی ہستی

تلاش پیر میں غمگین تھے ہم
بہت ملحد، بہت بے دین تھے ہم
بہت سے راستے تم نے دکھائے
بہت پتھر تھے رستے سے ہٹائے

یہاں اب اک بڑی مسجد بنانا
نمازیں رات دن ہم کو پڑھانا
نہ جانا بھاگ ہم سے تنگ آ کے
تمہیں پالیں گے ہم دنبے کھلا کے

پلائیں گے تمہیں ہر صبح بادام
کھلائیں گے تمہیں اخروٹ ہر شام
تمہیں ہم دیں گے لمبے لمبے چاقو
پلائیں گے تمہیں کڑوا تمباکو

چرس کے دم تمہیں لگوائیں گے ہم
کبھی تم سے نہیں اکتائیں گے ہم
نہیں اب بیوی بچوں کو کرو یاد
سبھی فکروں سے اب ہو جاؤ آزاد

کہو تو آج بیڑا پار کر دیں
تمہاری شادیاں ہم چار کر دیں

بہت ہو تم اگر بچوں کے شیدا
یہاں بھی تو وہ ہو سکتے ہیں پیدا!

(۲)

بہت عرصے سے تم گھبرا رہے تھے
وطن کو چوری چوری جا رہے تھے

پکڑ کر مار ڈالا آج ہم نے
شہادت کا پہنایا تاج ہم نے

کئے ہم نے تمہارے پانچ ٹکڑے
تمہارے کر دیئے سب دور دکھڑے

ابھی تم کو کفن پہنائیں گے ہم
بہت روئیں گے جب دفنائیں گے ہم

دلوں میں ہوک لب پہ آہ ہوگی
تمہاری اک حسیں درگاہ ہوگی

سرہانے اک دیا جلتا رہے گا
درود اور فاتحہ چلتا رہے گا

کریں گے ہم تمہارا عرس ہر سال
مریدوں کو وہاں پر آئے گا حال

سب آئیں گے تمہاری نیکی کی یادیں
ملیں گی تم سے ہم سب کو مرادیں
یہ چہرہ اور یہ ریش پُر انوار
دکھائی دے رہے ہیں آخری بار

چلو اب پیر کو گودی میں لے لو
لحد کی گود میں اس کو دھکیلو
کسی کا خاک میں ملنا جوانی دیکھنے جاؤ
بہا کے اشک اِس کی لاش فانی دیکھنے جاؤ
بہت یہ وعظ کرتا تھا مگر یہ اب نہ بولے گا
کفن سرکاؤ اِس کا بے زبانی دیکھنے جاؤ

مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی گر نہ دیکھا ہو
مآلِ سوزِ غم ہائے نہانی دیکھنے جاؤ

شوروں کی بغاوت

(۱)

جاؤ یہ اعلان کر دو آج باجے بینڈ سے
اپنے بستر گول ہم کر لیں گے کل انگلینڈ سے
بچہ بچہ بوڑھا بوڑھا دشمنِ جاں ہے یہاں
ہم وہاں آباد ہیں ہر سمت ہیں موذی جہاں
پالتے ہیں موٹا کرتے ہیں بہت کرتے ہیں پیار
پھیرتے ہیں دست شفقت ہم پہ آکر بار بار
بوسے لیتے ہیں، ہمیں صابن سے نہلاتے ہیں یہ
بعد میں اک دن پکا کر ہم کو کھا جاتے ہیں یہ

ہم نے صدیوں ہی سہی ہیں سختیاں انگریز کی
ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہم زینت بنے ہر میز کی
کانٹوں اور چھریوں سے ہم کو منہ میں لے جاتے رہے
ہم کو کھا کھا کر یہ اپنا راج پھیلاتے رہے
کریم بن کر ان کی ہر عورت کے گالوں میں ہیں ہم
برش بن بن کر بھرے ہر مرد کے بالوں میں ہم
اپنی دم کے بال لے کر شیو یہ کرتے رہے
اپنی دم تک سے بھی مس بی ہیو یہ کرتے رہے
برش دانتوں کا بنا کر منہ میں لے جاتے ہیں یہ
اور جانے اب کہاں تک ہم کو پہنچاتے ہیں یہ
اس قدر ان کی طبیعت ہم پہ مائل ہو گئی
اپنی چربی ان کی چربی تک میں شامل ہو گئی
چھپ کے ہر اک چیز میں چپکے سے گھس جاتے ہیں ہم
ان کے "ہر شعبے" میں "ہر مد" میں نظر آتے ہیں ہم
اک طرف دشمن خدا ہے اک طرف انگریز ہے
ہم سے دونوں کا رویہ اشتعال انگیز ہے
ایک پل مت سوئیو اب ایک پل مت بیٹھیو
باندھ لو رخت سفر اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!

آؤ ہم اس دیس کو چل دیں مسلماں ہوں جہاں
آؤ اب اس قوم کے جاکر بنیں ہم میہماں
رہیئے واں جاکہ جہاں میلوں تک عیسائی نہ ہو
جان دینے کی مصیبت قوم پہ آئی نہ ہو

(۲)

دو برس سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں ہم اداس
کیا کریں کوئی ٹھکانا تک نہیں ہے اپنے پاس
دور سے آتی ہے کانوں میں صدائے ,, آخ تھو ،،
خوب روتے ہیں کلیجہ تھام کر ,, میں اور تو ،،
ملک اپنا چھوڑنے کا آج یہ ریزلٹ ہے
ہر طرف ذلت ہے اپنی ہر طرف انسلٹ ہے
اس قدر توہین اپنی قوم کی ہوگی کہاں
ہم یہ سنتے ہیں ,, سؤر کا بچہ ،، گالی ہے یہاں
وہ جو میخانوں میں چھپ چھپ کر چڑھاتے ہیں شراب
نے تو پی لیتے ہیں وہ کھاتے نہیں اچھے کباب

ہم غریبوں کو بھی وہ تھوڑا سا چکھ کر دیکھتے
ایک ٹکڑہ ہیم کا منہ میں تو رکھ کر دیکھتے
گر شرابی لوگ کھا لیتے کبھی اپنے کباب
ہے یقیں ہم کو وہ نالی میں بہا دیتے شراب
اے خدا آخر بتا کس کام کے ہیں ہم غریب؟
سامنے ہیں ہم مگر کھاتے نہیں یہ بدنصیب
رحم کھاؤ ہم پہ بابا، ہم نہیں اتنے برے
یہ سرِ تسلیم خم ہے آؤ لے کر چھرے
یہ نہیں آئیں گے، کہہ دو آج باجے بینڈ سے
ہم بہت پچھتا رہے ہیں آئے کیوں انگلینڈ سے
اس سے تو اچھا ہے، ہم سب موت عزت کی مریں
چھوڑ دیں یہ ملک اور انگلینڈ ہم واپس چلیں
ایک پل مت سوئیو، اب ایک پل مت لیٹیو
باندھ لو رختِ سفر اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!
جب وہاں جائیں گے ہم کو ہار پہنائیں گے وہ
کاٹ ہی دیں گے تو ہم کو پیار سے کھائیں گے وہ
رہنے کیوں اس جا جہاں میلوں تک عیسائی نہ ہو
جن کے دلہن گھر میں کوئی میم تک آئی نہ ہو

مثنوی تاج دین معراج دین

(۱)

میں لکھنے سے پہلے یہ کرتا ہوں طے
یہ اُنیس سو نبیس کا ذکر ہے
یہاں سے میں پہنچا ہوں لاہور میں
سمجھ لیجے انگریز کے دور میں
میں ہوں اور پنجاب کے زندہ دل
وہ رخشندہ چہرے وہ تابندہ دل
میں گھر سے نکل آیا بازار میں
سمجھ لیجے کوٹ اور شلوار میں

کروں ان نظاروں کو اب میں بیاں
جو اس دور میں میں نے دیکھے وہاں

(۲)

خوشی ہی خوشی ہے جدھر دیکھئے
ذرا مسکرا کے ادھر دیکھئے
وہ سڑکوں پہ "پنجابی مُنڈے" چلے
کسی نے کہا دیکھو غنڈے چلے
جُھکی ایسی پگڑی ہے اک آنکھ پر
پڑے گر کسی پر تو ترچھی نظر
یہ تہبند پر بوسکی کی قمیص
جو دیکھے تو غش کھائے دل کا مریض
یہ دیں اس طرح اپنی مونچھوں پہ تاؤ
کہ رستم بھی الجھے تو بولیں کہ "آؤ"
اکڑ کر چلے کیوں نہ ہر نوجواں
ہے قینچی کا سگرٹ بنوکِ زباں
بڑے فخر سے کش لگاتے چلے
دھوئیں پر دھواں یہ اڑاتے چلے

ادا کہہ رہی ہے کہ ہم شیر ہیں
ہر اک سامنے اپنے بکری کی ہیں
طبیعت کے فطرت کے رنگین ہیں
یہ "کاچو" چلانے کے شوقین ہیں
نہیں کوئی غم خوش رہیں یہ بدام
فساد اور دنگے کریں صبح و شام
جسے چاہیں رستے میں کندھا لگائیں
وہ "چوں" بھی کرے تو الجھ اس سے جائیں
کہیں کیوں بے گالی کسے تو نے دی؟
نکالوں ابھی تیری "فوں" اور منی؟
یہ منٹوں میں بس دھن کے رکھ دیں اسے
ہزاروں میں یہ چن کے رکھ دیں اسے
یہ سمجھو نہیں پھر بچارے کی خیر
قیامت تلک اس سے رکھیں گے بیر
ہیں مشہور ان کے لب "خوش کلام"
کریں لوگ ڈر ڈر کے ان کو سلام
ادب سے کہے جو انہیں "پہلوان"
رہے عزت اس کی بچے اس کی جان

یہ بھرپور سینہ یہ اٹھتا شباب
نہیں کھائیں گے جا کے نان و کباب

"کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے"

نہیں چومتے ان کے لب جام کو
کہ پیتے ہیں فالودہ یہ شام کو

کھدے بازوؤں پر ہیں یادوں کے نام
ہر اک ان میں ہے عاشقی کا امام

بہت اونچا عورت کا سمجھیں مقام
یہ کرتے ہیں اس صنف کا احترام

یہ ہیں تاج و معراج و مہتابِ علی
اکھاڑوں میں ان کی جوانی پلی

پیا ان کے جسموں نے سرسوں کا تیل
بچ ھی ان کے قد پر جوانی کی بیل

بنے جسم فولاد ڈنٹر پیل کر
گزاریں یہ ہر شام ہنس کھیل کر

نہ دل میں یہ لائیں غم خوب و زشت
یہ دنیا ہی ان کے لئے ہے بہشت

بظاہر تو برطانیہ کا ہے راج
مگر اصل میں ان کے سر پہ ہے تاج

اشنان

پیپل کے اک پیڑ کے نیچے
منگا میلے کپڑے رکھ کے
اپنی ناک چھنکتا آیا
اور پھر گنگا جل میں نہایا
گندے منہ سے اُگل کے منتر
کرنے لگا وہ جسم پوتر
پاپ اپنے جب دھو گیا منگا
بھر کر آہ یہ بولی گنگا
یہ کیا کر دیا تو نے آ کر؟
اب میں کہاں نہاؤں جا کر؟

کلاہ پوش

ویراں تھا صحرا   خاموش تھا دریا
دریا کے کنارے   سردی سے ٹھٹھرتا
اک اوڑھ کے ٹوپی   چپ چاپ تھا بیٹھا
کرسی کی لئے ٹیک
کالا سا پہاڑ ایک

بہت بڑا آنسو

کس کی آنکھوں سے گرا ہے؟
یہ سمندر! — یہ بڑا سا آنسو!

آسماں کا بلبلہ

اِس پہ بہت ہنستا ہوں میں
میرے خدا سن تو ذرا
یہ آسماں کا بلبلہ
کیوں تو نے ہم پہ رکھ دیا؟

ایک چہلم

(۱)

جمیلہ اب اُٹھو نہ آنسو بہاؤ
نہیں وقت رونے کا دریاں بچھاؤ

یہ دنیا ہے فانی، گیا جانے والا
وہ رونے سے واپس نہیں آنے والا

نہ بیکار اب تم دُہائی مچاؤ
اٹھو سارے گھر میں صفائی کراؤ

تو کر صاف کمروں کو جا کے ذکیہ
تو چھت سے بڑا بانس اٹھا لا رضیہ

چھپا کر کہیں رکھ دے میلی رضائی
بلائے گی باتیں شفاعت کی نانی

کریں صاف بن چل کے آنگن کو آؤ
خدا کے لئے ناک گھر کی بچاؤ

ذکیہ کی ماں بیج پتر منگانا
کرم دین کو دے کے سائکل بھگانا

مچائی ہے باورچیوں نے دہائی
نہیں گوشت لایا مجید قصائی

ورق یہ ہیں نقلی یہ چاول ہیں گھٹیا
انہیں جلد واپس کروالو کی سیٹھیا

معزز معزز جو آئیں گے مہماں
بہت ناک اور بھوں چڑھائیں گے اماں

خدا کے لئے جلد حقے منگاؤ
میاں بھاگ کر جائے لیمن کی لاؤ

جو مرد آ کے اظہار ماتم کریں گے
وہ بیٹھک میں روئیں گے چائے پئیں گے

وہ حقے ابھی گڑگڑائیں گے آ کر
وہ آہیں فلک پر اڑائیں گے آ کر

سنائیں گے "مرحوم" کے وہ فسانے
کہ لب بولنے کو دیئے ہیں خدا نے

(۲)

"دلہن نے اتارا نہ تھا سرخ جوڑا
کہ دولہا نے دنیائے فانی کو چھوڑا

بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ
ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ"

"نماز اک بھی ہرگز نہ اس نے قضا کی
شب و روز کرتا عبادت خدا کی"

جدھر دیکھتے ہیں ادھر غم ہی غم ہے
کریں اس کا جتنا بھی ماتم وہ کم ہے

وہ کس پیار سے مجھ کو کہتا تھا خالا
بہت تھا وہ سیدھا بہت بھولا بھالا

جدائی میں اس کی ہوا دل دیوانا
کہ لگتا ہے اچھا نہ پینا نہ کھانا"

"ہمارے محلے میں وہ جب بھی آتا
خدا کی قسم ہم سے وہ ٹل کے جاتا

جگر کا وہ ٹکڑا تھا آنکھوں کا تارا
ہمیں اپنی اولاد سے بھی تھا پیارا"

"نہ رو رو کے بے حال ہو لے دلہن تو
نہ کر اس قدر آہ رنج و محن تو

وہ جنت میں خوشیاں منائیگا مت رو
وہ حوروں سے اب دل لگائیگا مت رو"

"جمیلہ خدا کی قسم مسکرا دے
تیری بے قراری نہ ہم کو رلا دے

وہ آخر ہمیں بھی تو تھا جاں سے پیارا
مگر دے لیا ہم نے دل کو سہارا
”نہ کر بین اتنے، نہ رو اتنا پیاری
ہمارے کلیجے پہ چلتی ہے آری۔“

(۳)

”رضیہ ذرا گرم چاول تو لانا
ذکیہ ذرا ٹھنڈا پانی پلانا
بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ
ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ“
”جمیلہ مجھے روغنی نان دینا
وہ فرنی اٹھانا وہ پکوان دینا
جدائی میں اس کے ہوا دل دوانا
کہ لگتا ہے اچھا نہ پینا نہ کھانا“
”منگانا پلاؤ ذرا اور خالہ
بڑھانا ذرا قورمے کا پیالہ
جدھر دیکھتے ہیں ادھر غم ہی غم ہے
کریں اس کا جتنا بھی ماتم وہ کم ہے“
”ننھی کے نزدے میں کشمکش ہے تھوڑی
بہت دیر سے مانگتی ہے نگوڑی
وہ ٹکڑا جگر کا وہ ننھا آنکھوں کا تارا
ہمیں اپنی اولاد سے بھی تھا پیارا“
”پڑا ہے پلاؤ میں گھی ڈالڈے کا
خدا تو ہی حافظ ہے میرے گلے کا
دلہن سے کہو آہ اتنی نہ روئے
بیچاری نہ بیکار میں جان کھوئے“
”اری بوٹیاں تین سالن میں تیرے
یہ چھچھڑا لکھا تھا مقدر میں میرے
بہت خوبصورت بہت نیک تھا وہ
ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ“
”دلہن گھر میں چورن اگر ہے تو لانا
نہیں تو ذرا کھاری بوتل منگانا
بہت ہی مزیدار تھا تیرا کھانا
بڑھا کر ذرا ہاتھ مجھ کو اٹھانا

"نہ کر بین اننتے نہ رُو اتنا پیاری
ہمارے کلیجے پہ چلتی ہے آری

پارٹیشن

"اپنا سنگھا کلمہ پڑھ
"لَا اِلٰہَ" آگے پڑھ"
"آگے آپ بتا دیجیے
میری جان بچا لیجیے"
"آگے اگر مجھے آتا
تم سے میں کیوں پڑھواتا"
سونچ نہ اب بریکار رحیم
مار اس کو تلوار رحیم
دور ہوں اس کے سب دکھڑے
کر دے اس کے دو ٹکڑے

پیر اور مُرید

(۱)

کھٹ کھٹ کھٹ
در پہ کھڑا ہے، کب سے آپ کا دیوانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا

چاند ہے، آدھی رات حسیں ہے
دیکھنے والا کوئی نہیں ہے

لایا ہے اک "چیز" مرید مستانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا

شیطانی کے داؤ چلا کے
لایا ہوں اک حُور بھگا کے

رکھ لیجئے آغوش میں میرا نذرانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
توبہ کتنی دیر لگائی
ہاں ہاں میں شیطاں ہوں بھائی

آپ کی شمعِ رخ کا پرانا پروانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا
چل دوں گا میں پیر دبا کے
آپ کو میٹھی نیند سلا کے

چھلک نہ جائے میرے صبر کا پیمانہ
جنت کا دروازہ کھولئے مولانا

اجی پہلے آپ

"اجی رکھئے جنّت کے در میں قدم"

"اجی پہلے آپ"

"اجی واہ پہلے نہ جائیں گے ہم"

"بھئی پہلے آپ"

"اجی بات اس میں تکلّف کی کیا
قدوم مبارک بڑھائیں ذرا
اجی چلئے، رک جائے گی سب جگہ"

"اجی پہلے آپ!"

"بھئی پہلے آپ!"

اجی بڑھ بھی چکیے خدا کے لئے
سبھی اب تو جنت میں ہیں جا چکے
نہ اب مجھ سے کہیئے خدا کے لئے
"اجی پہلے آپ!"

عنایت ہے، شفقت ہے یہ آپ کی
مگر مجھ سے یہ تو نہ ہو گا کبھی
تکلف کی اللہ حد ہے کوئی
یہیں پہ کھڑے ہو گئی اک صدی
"بس اب پہلے آپ"
"اجی پہلے آپ"

"ارے ہو گیا بند جنت کا در
خدایا بتا جائیں اب ہم کدھر؟
نہیں واپسی کے سوا کچھ مفر
چلو بھائی واپس چلیں اب مگر
"ذرا پہلے آپ!"
"اجی پہلے آپ"

اُونگھ

جنّت کے پیارے جنگل میں
ٹھنڈی ہوائیں جھوم رہی تھیں
رنگ برنگ چنریاں پہنے
حوریں ہر سُو گھوم رہی تھیں

نیلی دھوپ میں اِستادہ تھے
جنّت کی مسجد کے منارے
گنبد پر پرواز کناں تھے
ننھے ننھے پنچھی پیارے

جامن کے اِک پیڑ کے نیچے
دودھ کی جھیل کے پاس اِک مُلّا
حلوے کے اِک ڈھیر کے اوپر
سر کو جھکائے اونگھ رہا تھا

میں اور شیطاں دیکھ رہے تھے

جنت کی دیوار پہ چڑھ کر
میں اور شیطاں دیکھ رہے تھے
جو نہ کبھی ہم نے دیکھا تھا
ہو کر حیراں دیکھ رہے تھے

وادیٔ جنت کے باغوں میں
اف تو یہ اِک حشر بپا تھا
شیطاں کے ہونٹوں پہ ہنسی تھی
میرا کلیجہ کانپ رہا تھا

میں نہ کبھی بھولوں گا توبہ
میں نے دیکھا جو نظّارا
"لعنت بلعنت!" بول رہا تھا
جنت کا ہر منظر پیارا

موٹی موٹی توندوں والے
بدصورت بدہیبت مُلّا!

خوف زدہ حوروں کے پیچھے
بھاگ رہے تھے کہ کے "ہا ہا"

"بچ کے کہاں جاؤ گی"؛ کہہ کے
وہ دیوانے ناچتے گاتے
چار طرف سے گھیر کے ان کو
ہنستے، کدکتے، شور مچاتے

ڈر کے چیخیں مار رہی تھیں
حوریں ریشمی ساڑھیوں والی
ان کے دل دھک دھک کرتے تھے
دیکھ کے شکلیں ڈاڑھیوں والی

میں اور شیطاں لب بہ دعا تھے
"اے اللہ بچانا ان کو
اپنی رحمت کے پردے میں
اے معبود چھپانا ان کو"

جہنّم میں غنڈّے

فرشتوں نے جب مجھ کو دوزخ میں پھینکا
پھر اک کالے بچھو نے "چیخی" میرے لی
جہنم کے بیکے ہوئے باسیوں نے
چڑیلوں کے دادا یہ بھتنوں کے نانا
بھویں تن گئیں میری غصے کے مارے
جہنم کے ایک ایک باسی کو میں نے
اٹھائی وہاں میں نے ایسی قیامت
میں لوہے کا لٹھ لے کے نکلا پیچھے پیچھے
گئیں ٹوٹ ان نامرادوں کی کمریں
ہر اک کہہ رہا تھا بچاؤ بچاؤ
جہنم کے لوگوں کی دیکھی یہ حالت
نکالو نکالو "اسے" جلد باہر!
چلو یار منٹو، چلو کرشن چندر

ڈسا مجھ کو اک سانپ نے پہلے آکر
پھر اک بھڑ نے کاٹا مجھے مسکرا کر
مجھے دیکھ کر قہقہے خوب مارے
لگے کہنے "کیسی طبیعت ہے پیارے"
کیا میری فطرت نے مجھ کو اشارا
وہیں پہ پچھاڑا، وہیں خوب مارا
جہنم کے باسی جہنم سے بھاگے
وہ اکھڑے قدم سب کے پیچھے آگے آگے
بہت ان کی آنکھوں نے آنسو بہائے
ارے مرگئے مرگئے ہائے ہائے
تو شانِ کریمی کو رحم ان پہ آیا
یہ کہہ کر جہنم سے مجھ کو بھگایا
سرِ شام جنت کا موسم سہانا

جب شام جنت میں ہوئی

جب شام جنت میں ہوئی
پاخوں میں ہر سُو گھوم کر
حوریں مری گھر آ گئیں
چوما ہر اک کا میں نے منہ
چمکار کر پچکار کر
پٹسا نے انہیں بہلا لیا
پر جب گنا میں نے انہیں
جو سب سے پیاری ان میں تھی
ننھی وہ ہی گم
رہتا تھا گھر کے پاس ہی
کافرادا اک ہولوی
میں نے گرج کر یہ کہا
اس سے کہ "او ملعون ادھر
آ تو ذرا
سچ سچ بتا کیا بات ہے؟
ورنہ دبوچوں گا ترا موٹا گلا"

جنت میں حسینوں کی بھوک ہڑتال

(۱)

داروغۂ جنت:

اے بہت ہی خوبصورت عورتو
مہ لقاؤ گر نہ کچھ کھاؤ گی تم
کس کی یاد آتی ہے تم روتی ہو کیوں!
آنسوؤں سے تر ہوئے کتنے رومال
جو تمہیں تکلیف ہے مجھ سے کہو
صف بہ صف دیکھو یہ رکھی کے پہاڑ
جگمگائیں ان پہ چاندی کے ورق
دودھ کی جھیلوں پہ بالائی بھی ہے

اس طرح جنت میں آہیں مت بھرو
ایک دن جنت میں مر جاؤ گی تم
رات کو کانٹوں پہ تم سوتی ہو کیوں؟
یاس سے کُملا گئے ہیں سرخ گال
وادیٔ جنت میں بھوکی مت رہو
ان کو کھاؤ لے کے تم کھونگھٹ کی آڑ
ہم نے چھڑکے ان پہ پھولوں کے عرق
کھوئے کی بطخوں پہ رعنائی بھی ہے

سیر کر لو لے کے اک مصری کی ناؤ
جو ہزاروں میں موتیوں کی کھیر ہے
ہر طرف شربت کے فواروں کا شور
رس گلے سڑکوں پہ ہیں بکھرے ہوئے
اے حسیں پریو! انہیں چن چن کے کھاؤ
دیکھو یہ گاجر کے حلوے کے محل
توڑ کر اک "اینٹ" چکھو تو سہی
یہ نہیں پربت یہ ہیں سوہن کے کیک
یہ شکر کی ہے سڑک کھا جائیے
آ رہے ہیں وہ جو شتر بے مہار
پیڑ جنگل کے ثمر بر دوش ہیں
آم یہ لنگڑے ہیں پر لنگڑے نہیں
توڑ لو پیڑوں سے یہ خوبانیاں
ننھے پنچھی سب تمہارے ہیں غلام
اپنے اپنے آشیانے چھوڑ کے
سب کے سب پھل تم کو یہ کر دینگے پیش
اپنی چونچوں سے کھلائیں گے تمہیں

بیٹھی بیٹھی.. ہے ہوا جنت کی کھاؤ
"خواب ہستی" کی یہی تعبیر ہے
ناچتے ہیں ہر طرف برقی کے مور
جیسے تارے عرش پر بکھرے ہوئے
ان پہ یہ نمکین آنسو مت گراؤ
واہ ری بزم خدائے عز و جل
پیٹ میں اک "اینٹ" رکھو تو سہی
کھاؤ اِن کو رسیوں کی لے کے شک
بیٹھے کنسکر نوش جاں فرمائیے
لا رہے ہیں یہ مربے بے شمار
مت ڈرو میدے کے یہ خرگوش ہیں
طوطوں سے پوچھو نہ گر آئے یقین
مت کرو بیکار آنا کانیاں
چاہو تو ان کو پکارو لے کے نام
لائیں گے جنت کے یہ پھل توڑ کے
مطلقاً اِن کو نہیں کچھ فکر خویش
رو رہی ہو تم ہنسائیں گے تمہیں

گر حسینوں کو نہیں میٹھا پسند
میں ابھی حاضر کروں پکوان چند؟

(۲)

یہ حبش کے نان، یہ شامی کباب
ہو سکے تو کھائیے عالی جناب

شوربا بدھد کا تھوڑا لیجئے
کچھ پلاؤ ہی تناول کیجئے

کوفتے بگلے کے یہ چکھئے ذرا
اک اٹھا کر منہ میں تو رکھئے ذرا

ہنس کے یہ گھونگھٹ ذرا سرکائیے
"نہر الفت" کی یہ مچھلی کھائیے

یہ شتر مرغوں کے انڈے ہیں حضور
قاب میں رکھا ہے مرغ کوہِ طور

ضد نہیں کیجے اجی باز آئیے
مور کا تھوڑا اشتنجن کھائیے

ننھی چڑیوں کے سری پائے ہیں یہ
خوش ہوا ہے جس نے بھی کھائے ہیں یہ

یہ دل بلبل کا ایرانی اچار
لے وہ چٹخارے جو کھائے ایک بار

یہ دمن کی پیاز، یہ عربی سلاد
کھائے جو برسوں کرے وہ اس کو یاد

جسم گرمی سے اگر گھبرائے ہیں
ہم چمکتے مور چھل بھی لائے ہیں

واوی جنت سے کیوں بیزار ہو؟
خودکشی کرنے پہ کیوں تیار ہو؟

بات کیا ہے دلہنو یہ تو بتاؤ
جوڑتا ہوں ہاتھ غصے میں نہ آؤ

اشک کیوں چمٹے ہوئے ہیں گال سے
پونچھ ڈالو ریشمی رومال سے

(۳)

عورتیں :.

جاؤ جاؤ کچھ نہیں کھائیں گے ہم
فیصلہ یہ ہے کہ مر جائیں گے ہم

عورتیں سب سیدھی راہوں پہ چلیں
شمعِ نیکی بن کے دنیا میں چلیں

گھر سے باہر عیش جب کرتے تھے مرد
گھر میں ہم بھرتے تھے آہیں سرد سرد

ہنس کے سہہ لیں زحمتیں اولاد کی
ہم نے دنیائے خدا آباد کی

کر دیا پورا ہر اک حکم خدا
اس کا ہر فرمان ہم لائے بجا

حکم تھا شوہر مجازی ہیں خدا
ان سے ہو سکتی نہیں عورت جدا

بھولے سیدھے آگیا ہم کو یقین
تھی خبر کس کو حقیقت یہ نہیں

ان کی الفت اپنی فطرت بن گئی
گھر کی دوزخ اپنی جنت بن گئی

چونکہ تھی شوہر پرستی فرض عین
ان سے پٹ پٹ کر ہمیں آتا تھا چین

اب تو ہر عورت فدائے مرد ہے
اپنے اپنے مرد کی ہمدرد ہے

آج جب ہنگامِ محشر آگیا
سامنے کچھ اور نقشہ چھا گیا

یک بیک دشمن ہمارے ہو گئے
مرد سب دوزخ کو پیارے ہو گئے

ہو گئے گر ان بچاروں سے گناہ
کر رہے ہیں آپ کیوں ہم کو تباہ

دل بھلا کیوں دیں گے بیگانوں کو ہم
پیٹ دیں گے آج غلمانوں کو ہم

ہم کو دیکھیں توبہ ان کی یہ مجال
نوچ دیں گے ان کے لمبے لمبے بال

اپنا اپنا ہم کو "گوہر" چاہیئے
وہ ہیں بھوکے اور ہم جنت میں کھائیں
کچھ بھی ہو وہ ہیں شریکِ زندگی
سچ تو یہ ہے وہ نہیں کرتے گناہ
تو لٹے ان کی شرافت کے باٹ
دی سزا اور کچھ نہ کی انکوائری
سب فرشتوں کی غلط ہے ڈائری
کیا وہ کرتے ان پہ جب آیا شباب
بزمِ دنیا میں بھی یہ تھیں ان کے ساتھ
کھولتا ہے خون وہ آیا ہے طیش
نعرہ برلب ہاتھ میں ہیں جھنڈیاں
دیکھتے ہی ان کو اٹھ جائیں گے ہات
کھٹ سے جب گھونسے پڑیں گے ناک پر
جب پڑے گی پیٹھ پر لوہے کی سیخ
آج دوزخ میں وہ ہوگا قتلِ عام
لمبی لمبی لاٹھیاں چل جائیں گی
ساڑھیاں اور بلاوز سب پھٹ جائینگے
نوکے ان کی لمبی زلفیں تار تار

کچھ نہیں بس ہم کو شوہر چاہیئے
وہ جلائیں اور ہم خوشیاں منائیں
زندگی میں ان سے ہے تابندگی
دوستوں نے کر دیا ان کو تباہ
بعد میں کرتے انہیں دوزخ الاٹ
یہ تو ہے "سر مائکل اڈوائیری"
کچھ حقیقت اور زیادہ شاعری
کچھ چھنالوں نے کیا ان کو خراب
آگئے دوزخ میں بھی یہ ان کے ہاتھ
ہو رہے ہوں گے جہنم میں بھی عیش
لے چلو جی ہیں جہاں وہ رنڈیاں
زور سے دیں گے کمر پہ ایک لات
دھکے گر جائیں گے فرشِ خاک پر
ان چھنالوں کی نکل جائے گی چیخ
رینگیں گے سب سانپ اور بچھو تمام
پوتیوں کو نانیاں یاد آئیں گی
چوٹیوں کے ساتھ سر کٹ جائیں گے
ہم پہنائیں گے انہیں جوتوں کے ہار

لنگڑے اور کانے گدھے منگوائیں گے ۔۔ "دلہنوں" کو ان پہ ہم بٹھلائیں گے
ان کو پھر پلوائیں گے شوہر کا جوس ۔۔ ہر جگہ ان کا نکالیں گے جلوس
تھام لیں گے پھر گریبانوں سے ہم ۔۔ پیادہ دیں گے ان کو شیطانوں سے ہم
شوہروں کو آج واپس لائیں گے ۔۔ ہم کھلا کر ان کو پھر خود کھائیں گے
ہاں کھڑی ہو جاؤ اب تم صف بہ صف ۔۔ کوچ کر دو اب جہنم کی طرف

زور سے بولو کہ شوہر زندہ باد
شوہروں کی بیویاں پائندہ باد

شاعر خدا کے دربار میں

تیری دنیا میں سن لے آج تک کیا کیا کیا میں نے
کوئی چھ سو ستاون مہ رخوں کو دل دیا میں نے

شبستانوں میں میرے رات بھر اکثر رہیں پریاں
سدا روشن رکھا اپنے گناہوں کا دیا میں نے

برہنہ لڑکیاں جب میرے آگے رقص کرتی تھیں
انہی آنکھوں سے لوٹی ان کے جسموں کی ضیا میں نے

میرے گستاخ ہونٹوں پر بتوں کے نام رہتے تھے
ترا جب نام آیا اپنے ہونٹوں کو سیا میں نے

حسیں کالی گھٹا لہرائی جب بھی صحنِ گلشن پر
تو اس عالم میں مے خانے کا مے خانہ پیا میں نے

مگر سب سے بڑا یہ جرم میرا ہے میرے آقا
غلط اک قافیہ دیوان میں اپنے لکھ دیا میں نے

میرا دوست

السّلام اے ہمدم دیرینہ شیطانُ الرّجیم
ہر ادا پر تیری عاشق ہے میرا ذوقِ سلیم
تو نے بن مانگے ہی پوری کی میری ہر اک ادا
ہوں اگر انسان یہ احسان میں رکھوں گا یاد
سب تیرے دشمن ہیں لیکن میں ثنا خواں ہوں تیرا
اے عظیم الشان افسانے میں عنواں ہوں تیرا
مرحبا صد مرحبا اے شاطر افلاک و ارض
حکم دے مجھ کو تو میں پورے کروں کچھ تیرے فرض
بزمِ عالم میں نہ قدرت دے سکی تجھ کو شکست
تو نے تیپٹ کر دیا ہے انتظامِ بود و ہست

دبدبہ پھیلا ترا صحرا بہ صحرا یم بہ یم
نیکیوں کو روند دیتے ہیں ترے وحشی قدم
رحم آجاتا ہے تجھ پر، کس قدر مصروف ہے
اس پہ طرّہ یہ کہ اس دربار سے موقوف ہے
کچھ بھی ہو رہتی ہے ان آنکھوں کو تیری جستجو
آ گلے مل لیں، پرانے دوست ہیں، ہیں اور تو
کہہ کے میں اللہ اکبر جب بھی پڑھتا ہوں نماز
میرا کچھ نوٹس نہیں لیتا خدائے بے نیاز
سر اٹھا لیتا ہوں اکتا کر میں اس دہلیز سے
خاک دل چسپی، "وہ" ہے اک بندۂ ناچیز سے
جب بلاتا ہوں تجھے اِک پل میں آجاتا ہے تو
راستہ سیدھا ہو یا الٹا بتا جاتا ہے تو
"وہ" ہے کتنی دور اور تو کس قدر نزدیک ہے
"وہ" ہے اوروں کے لئے میرے لئے تو ٹھیک ہے
میرے مرشد کب تلک تیرے لئے آہیں بھروں؟
تو نظر آئے تو ہاتھوں پہ ترے بیعت کروں
حشر کے دن جانِ جاں دھوکا نہ دے جانا مجھے
بزمِ دوزخ میں بھی اپنے ساتھ لے جانا مجھے

تو نہیں مانے گا میری تو حرامُ الدّھر ہے
تو مصیبت ہے اذیت ہے بلا ہے قہر ہے
بھاگ جا میں تیرے دھوکے میں نہ ہرگز آؤں گا
میں نہیں اُلّو کہ تیرے جال میں پھنس جاؤں گا